عالمی مجلس تحفظ ختم نبوۃ کا ترجمان

ہفت روزہ
ختم نبوۃ

INTERNATIONAL URDU WEEKLY KHATM-E-NUBUWWAT KARACHI PAKISTAN

جلد: ۳۸ | ۴ تا ۱۱ ذوالقعدہ ۱۴۴۰ھ مطابق ۸ تا ۱۵ جولائی ۲۰۱۹ء | شمارہ: ۲۶

دین کا جامع اور متوازن تصوّر

اسلامی معاشرے میں قوانین کی پابندی

وزیراعظم کا حالیہ خطاب

ناطقہ سر بگریباں ہے اسے کیا کہیے

Website: http://www.khatm-e-nubuwwat.info
http://www.khatm-e-nubuwwat.com
Website: http://www.khatm-e-nubuwwat.org
Email: editorkn@yahoo.com

زکوٰۃ فنڈ سے مستحق مریض کا علاج

س:...... میں ایک ڈاکٹر ہوں، کچھ لوگ مجھے زکوٰۃ فنڈ دیتے ہیں تاکہ میں غریب اور مستحق مریضوں کا علاج اس زکوٰۃ فنڈ سے کروں۔ اس لئے میں ایسے مریض کے علاج کی جو فیس بنتی ہے، اس کو زکوٰۃ کی مد میں سے کاٹ لیتا ہوں، کیا یہ میرے لئے جائز ہے؟

ج:..... زکوٰۃ فنڈ کی رقم سے آپ اپنی فیس نہیں کاٹ سکتے۔ فیس میں زکوٰۃ فنڈ کی رقم کاٹنے سے زکوٰۃ دینے والے کی زکوٰۃ ادا نہیں ہوتی، اس لئے کہ زکوٰۃ کی ادائیگی کے لئے کسی مستحق کو بلاعوض زکوٰۃ کی رقم یا کوئی چیز دے کر مالک بنانا ضروری ہے، جس کو تملیک کہتے ہیں اور یہ شرط اس مذکورہ صورت میں نہیں پائی گئی۔ ہاں! اگر زکوٰۃ فنڈ سے دوائیں خرید لی جائیں اور پھر مستحق مریضوں کو یہ مفت دیدیں جائیں تو یہ شرعاً جائز ہے، کیونکہ اس صورت میں تملیک کی شرط پائی جاتی ہے۔

قربانی ہر صاحبِ نصاب پر واجب ہے

س:..... قربانی کس پر واجب ہوتی ہے؟ کیا گھر کے ہر فرد کی طرف سے الگ الگ قربانی ضروری ہے؟ مثلاً ایک شخص اپنی بیوی، ماں، باپ اور جوان بیٹے، بیٹیوں کے ساتھ اکٹھے رہتا ہے تو کیا ان سب کی قربانیاں کرنی ہوں گی؟

ج:..... قربانی ہر صاحب نصاب پر واجب ہے گھر کا ہر فرد اپنی اپنی ملکیت کا علیحدہ حساب کرے، اگر ہر ایک کے پاس ضرورت سے زائد اتنی مالیت کا سامان یا روپیہ، پیسہ یا کوئی شے ہو کہ جس کی مالیت ساڑھے باون تولہ چاندی کے بقدر ہو تو یہ صاحبِ نصاب کہلائے گا اور اس پر قربانی واجب ہوگی۔ اگر سب ہی صاحبِ نصاب ہیں تو سب کی قربانی بھی علیحدہ علیحدہ ہوگی۔ محض ایک جانور لے کر سب کی طرف سے کردینا کافی نہیں ہوگا، ایک بڑے جانور میں سات افراد شریک ہوسکتے ہیں۔ اگر مزید افراد ہوں تو دوسرے جانور میں حصہ ڈالیں، تاکہ ہر ایک کی قربانی کا وجوب ادا ہوجائے۔

عورت کا محرم کے بغیر حج پر جانا

س:...... کیا کوئی عورت، عورتوں کے کسی گروہ کے ساتھ حج یا عمرہ کے لئے جاسکتی ہے؟ جس عورت کا کوئی محرم نہ ہو؟

ج:...... مذکورہ صورت میں شرعی مسافت ہونے کی بنا پر عورت بغیر محرم کے حج یا عمرہ پر نہیں جاسکتی۔

”روی عن ابی حنیفة وابی یوسف کراهة خروجها وحدها مسیرة یوم واحد وینبغی ان یکون الفتویٰ علیه لفساد الزمان شرح اللباب ویؤیده حدیث الصحیحین لایحل لامراة یؤمن باللّٰه والیوم الآخران تسافر مسیرة یوم ولیلة الامع ذی محرم علیها۔“ (شامی ص:۳۶۵، ج:۲)

واللّٰه اعلم بالصواب

ہفت روزہ ختمِ نبوۃ ﷺ

مجلسِ ادارت

مولانا سیّد سلیمان یوسف بنوری، صاحبزادہ مولانا عزیز احمد، علامہ احمد میاں حمادی، مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی، مولانا قاضی احسان احمد

جلد: ۳۸ ۴تا۱۱؍ذوالقعدہ۱۴۴۰ھ مطابق ۸تا۱۵؍جولائی۲۰۱۹ء شمارہ: ۲۶

سرپرست

حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر مدظلہ
حضرت مولانا حافظ ناصر الدین خاکوانی مدظلہ

مدیر اعلیٰ

مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری

نائب مدیر اعلیٰ

مولانا محمد اکرم طوفانی

مدیر

مولانا محمد اعجاز مصطفی

معاون مدیر

عبداللطیف طاہر

قانونی مشیر

حشمت علی حبیب ایڈووکیٹ
منظور احمد میؤ ایڈووکیٹ

سرکولیشن منیجر

محمد انور رانا

تزئین و آرائش:

محمد ارشد خرم، محمد فیصل عرفان خان

اس شمارے میں!

شیخ الحدیث حضرت مولانا نور الہدیٰ کی رحلت!	۵	محمد اعجاز مصطفی
اسلامی معاشرہ میں قوانین کی پابندی	۷	مفتی سردار محمد اشرفی
دین کا جامع اور متوازن تصور	۹	مولانا بلال عبدالحی حسنی ندوی
اسلامی لباس!	۱۱	مولانا توحید عالم بجنوری
مجھے ڈر لگ رہا ہے.....	۱۵	حضرت مولانا زاہد الراشدی
تھالی کا بینگن (۱۷)	۱۷	الحاج اشتیاق احمد مرحوم
دعوت و تبلیغ اور حضرت حاجی عبدالوہابؒ	۱۹	مولانا محمد طارق جمیل مدظلہ
نزول عیسیٰ علیہ السلام اور مرزائی عقیدہ (۱۲)	۲۳	بیان: مولانا محمد علی جالندھریؒ
.....نا طقہ سر بگریباں ہے اسے کیا کہیے!	۲۵	مولانا محمد حنیف جالندھری

زرِ تعاون

امریکا، کینیڈا، آسٹریلیا: ۱۰۰ ڈالر، یورپ، افریقہ: ۸۰ ڈالر، سعودی عرب، متحدہ عرب امارات، بھارت، مشرق وسطیٰ، ایشیائی ممالک: ۷۰ ڈالر
فی شمارہ ۱۵ روپے، ششماہی: ۳۵۰ روپے، سالانہ: ۷۰۰ روپے

WEEKLY KHATM-E-NUBUWWAT, A/c# 0010010964680019
(انٹرنیشنل بینک اکاؤنٹ نمبر) IBAN NO. PK68ABPA0010010964680019
AALMIMAJLISTAHAFFUZKHATM-E-NUBUWWAT 0010010964710018
(انٹرنیشنل بینک اکاؤنٹ نمبر) IBAN NO. PK45ABPA0010010964710018
Allied Bank Binori Town Branch Code: 0159 Karachi.

بیاد

امیر شریعت مولانا سیّد عطاء اللہ شاہ بخاریؒ
خطیب پاکستان مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ
مجاہد اسلام حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ
مناظر اسلام حضرت مولانا لال حسین اخترؒ
محدث العصر حضرت مولانا سیّد محمد یوسف بنوریؒ
خواجہ خواجگان حضرت مولانا خواجہ خان محمدؒ
فاتح قادیان حضرت اقدس مولانا محمد حیاتؒ
مبلغ اسلام حضرت مولانا عبدالرحیم اشعرؒ
مجاہد ختم نبوت حضرت مولانا تاج محمودؒ
ترجمان ختم نبوت مولانا محمد شریف جالندھریؒ
جانشین حضرت بنوری حضرت مولانا مفتی احمد الرحمٰنؒ
شہید اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ
حضرت مولانا سیّد انور حسین نفیس الحسینیؒ
شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانویؒ
شہید ختم نبوت حضرت مفتی محمد جمیل خانؒ
شہید ناموس رسالت مولانا سعید احمد جلال پوریؒ

رابطہ دفتر: جامع مسجد باب الرحمت (ٹرسٹ)
ایم اے جناح روڈ کراچی، فون: ۳۲۷۸۰۳۳۷، فیکس: ۳۲۷۸۰۳۴۰
Jama Masjid Bab-ur-Rehmat (Trust)
Old Numaish M.A.Jinnah Road Karachi
Ph:32780337, Fax:32780340

مرکزی دفتر: حضوری باغ روڈ، ملتان
فون: ۴۷۸۳۴۸۶-۰۶۱
Hazori Bagh Road Multan
Ph:061-4783486

لندن آفس:
35,Stockwell Green
London, SW9 9HZ U.K
Ph:0207-737-8199

ناشر: عزیز الرحمٰن جالندھری مطبع: القادر پرنٹنگ پریس طابع: سیّد شاہد حسین مقام اشاعت: جامع مسجد باب الرحمت ایم اے جناح روڈ کراچی

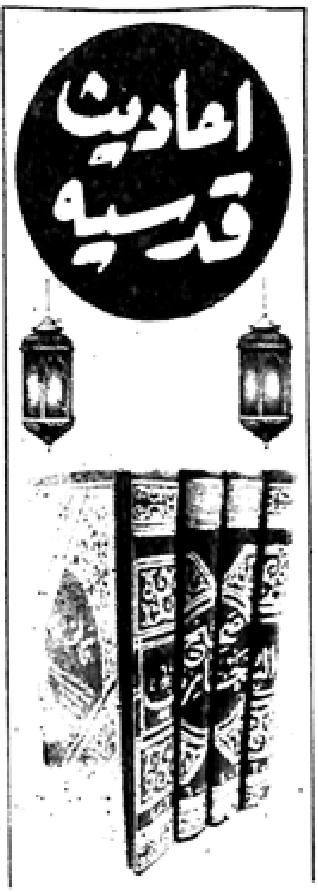

سحبان الہند حضرت
مولانا احمد سعید دہلویؒ

قیامت

حدیث قدسی ۲۹: حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ قیامت میں کچھ لوگوں کو حکم دیا جائے گا کہ جنت کی طرف جاؤ۔ جب یہ لوگ جنت کے قریب پہنچیں گے اور وہاں کی خوشبوئیں سونگھیں گے اور وہ محلات ومکانات جو جنتیوں کے لئے بنائے گئے ہیں دیکھیں گے تو یکا یک ایک آواز آئے گی کہ ان کو لوٹا دو۔ ان کا جنت میں کوئی حصہ نہیں ہے۔ یہ نہایت حسرت کے ساتھ لوٹیں گے اور وہ حسرت ایسی ہوگی کہ ایسی حسرت اور افسوس کسی کو نہ ہوا ہوگا، یہ عرض کریں گے: اے ہمارے رب! اگر ہم کو جنت اور اس کا وہ سامان جو آپ نے اپنے دوستوں کے لئے تیار کیا ہے دکھانے سے پہلے ہی دوزخ میں ڈال دیتے تو ہمارے لئے یہ آسان ہوتا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا، یہ میں نے تم کو سزا دینے کی غرض سے کیا ہے۔ بد بختو! جب تم تخلیہ میں جاتے تھے تو بڑے بڑے گناہوں کے ساتھ میرا مقابلہ کرتے تھے اور جب تم لوگوں میں آتے تھے تو ان سے نہایت تواضع اور پرہیزگاروں کی طرح ملتے تھے، لوگوں کو تم اس امر کے خلاف ظاہر کرتے تھے جو تم میرے ساتھ کیا کرتے تھے۔ تم لوگوں سے ڈرتے تھے اور مجھ سے نہیں ڈرتے تھے، لوگوں کو بڑا سمجھتے تھے اور مجھ کو نہیں سمجھتے تھے، لوگوں کے لئے پاکیزہ بنتے تھے اور میرے لئے پاکیزہ نہیں بنتے تھے۔ آج میں تم کو عذاب کا مزا چکھاؤں گا اور ہر قسم کے ثواب سے محروم کردوں گا۔ (بیہقی، ابن عساکر، ابن النجار) چونکہ تمہارا ظاہر و باطن یکساں نہ تھا، اس لئے تم کو سزا بھی ایسی ہی دی گئی کہ دکھائی جنت اور بھیجا دوزخ میں۔

حدیث قدسی ۳۰: حضرت واثلہ بن الاسقع رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ قیامت میں ایک ایسا بندہ اٹھایا جائے گا جس نے کوئی گناہ نہ کیا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ اس سے فرمائے گا تجھ کو تیرے عمل کا بدلہ دیا جائے یا میں اپنی نعمت اور احسان کا سلوک کروں؟ یہ عرض کرے گا: اے رب! تو جانتا ہے میں نے تیری کوئی نافرمانی نہیں کی۔ ارشاد ہوگا اس سے ہمارے احسانات کا مقابلہ کرو، یہاں تک کہ کوئی نیکی باقی نہ رہے گی اور تمام نیکیاں اللہ تعالیٰ کے احسانات کے مقابلے میں ختم ہوجائیں گی۔ پس یہ عرض کرے گا: اے رب! تیری نعمت اور رحمت چاہتا ہوں۔ ارشاد ہوگا: ہماری نعمت اور رحمت کی وجہ سے اس کو جنت میں لے جاؤ۔ پھر ایک اور بندہ لایا جائے گا جو اپنی جان پر بھلائی کرنے والا ہوگا اور اس کے ذمہ کوئی گناہ نہ ہوگا، اس سے کہا جائے گا: کیا تو نے میرے کسی دوست سے دوستی اور میرے کسی دشمن سے دشمنی کی تھی؟ یہ عرض کرے گا: اے رب! میں اس بات کو پسند نہیں کرتا تھا کہ میرے اور کسی کے درمیان کوئی تعلق ہو۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا مجھے اپنی عزت وجلال کی قسم! میری رحمت اس شخص کو میسر نہیں ہوسکتی جو میرے دوستوں میں سے کسی سے محبت نہ کرے اور میرے دشمنوں میں سے کسی دشمن سے دشمنی نہ کرے۔ (حکیم ترمذی، طبرانی)

حضرت مولانا مفتی
محمد نعیم دامت برکاتہم

سجدۂ سہو

س:...... سجدۂ سہو کن کن صورتوں میں واجب ہوتا ہے؟

ج:...... سجدہ سہو مندرجہ ذیل صورتوں میں واجب ہوتا ہے: سجدۂ سہو نماز کے واجب میں سے کوئی واجب چھوٹ جائے یا ترتیب کے اعتبار سے پہلے کرنے کے بجائے بعد میں کرلیا جائے یا ترتیب میں بعد کئے جانے والے واجب کو پہلے کرلیا جائے یا کسی واجب کی کیفیت کو بھول کر تبدیل کردیا جائے یا مکرر (دوبار) کرلیا جائے۔ اسی طرح کسی فرض کو ترتیب کے اعتبار سے بعد میں کرنے کے بجائے پہلے کرلیا جائے یا ترتیب کے اعتبار سے پہلے کرنے کے بجائے بعد میں کرلیا جائے یا کسی فرض کو مکرر کرلیا جائے تو سجدۂ سہو واجب ہوجاتا ہے۔ جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

(۱) نماز شروع کرنے کی تکبیر جسے تکبیر تحریمہ کہتے ہیں جو کہ فرض ہے، لیکن اس کا لفظ "اللہ اکبر" کے ساتھ کہنا واجب ہے، لفظ "اللہ اکبر" نہ کہا جائے تو سجدۂ سہو واجب ہوجاتا ہے۔

(۲) احناف کے نزدیک نماز میں قرآن پڑھنا فرض ہے جبکہ سورۂ فاتحہ کا پڑھنا واجب ہے، اگر سورۂ فاتحہ نہ پڑھی جائے تو سجدۂ سہو واجب ہوجاتا ہے (واضح رہے کہ فرض کی آخری دو رکعتوں میں احناف کے نزدیک سورۂ فاتحہ پڑھنا واجب نہیں سنت ہے جبکہ سورۂ فاتحہ پڑھے جانے کی مقدار تک قیام کرنا واجب ہے)۔

(۳) سورۂ فاتحہ کا نماز میں قرأت کے موقع پر صرف ایک مرتبہ پڑھنا واجب ہے، ایک سے زائد مرتبہ سورۂ فاتحہ پڑھی جائے گی تو سجدۂ سہو واجب ہوجائے گا۔ (واضح رہے کہ اگر پہلی دو رکعتوں کے بعد یعنی آخری رکعتوں میں سورۂ فاتحہ ایک سے زائد مرتبہ پڑھی جائے تو سجدۂ سہو واجب نہیں ہوتا)۔

(۴) دورانِ قرأت کوئی سورت یا کسی بھی جگہ سے قرآن کریم کی ایک بڑی سورت یا تین چھوٹی آیتوں کے پڑھنے سے پہلے سورۂ فاتحہ کا پڑھنا واجب ہے، اگر پہلے سورۂ فاتحہ نہ پڑھی گئی تو سجدۂ سہو واجب ہوجاتا ہے (واضح رہے کہ اگر سورۂ فاتحہ سے پہلے کوئی سورت شروع کردی تو خیال آتے ہی پہلے سورۂ فاتحہ پڑھی جائے گی، اس کے بعد کوئی سورت اور پھر آخر میں سجدہ سہو)۔

(جاری ہے)

محمد اعجاز مصطفیٰ

اداریہ

شیخ الحدیث حضرت مولانا نورالہدیٰ کی رحلت!

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمدللہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ

قرآن کریم کی ہدایت کے مطابق ہر نفس نے موت کا ذائقہ چکھنا ہے۔ بقاصرف اور صرف اللہ تبارک وتعالیٰ کی ذات کو ہے۔اگر مخلوق میں سے کسی نے ہمیشہ رہنا ہوتا تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات اس لائق اور اس قابل تھی کہ وہ اس دنیا میں ہمیشہ رہتی، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نہیں رہے تو اور کسی نے کیا رہنا ہے۔اس لئے حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر آج تک ہر آدمی اپنی اپنی باری پر اس دنیا فانی سے منہ موڑ کر دارِ آخرت کی طرف جارہا ہے۔۶ رشوال المکرم ۱۴۴۰ھ مطابق ۱۰رجون ۲۰۱۹ء بروز پیر تہجد کے وقت جامعہ اشرفیہ لاہور کے فاضل، جامعہ ربانیہ قصبہ کالونی کے مہتمم وبانی وشیخ الحدیث، جمعیت علمائے اسلام کراچی کے سابق امیر، ہزاروں علماء کے استاذ شیخ الحدیث حضرت مولانا نورالہدیٰ صاحب دارِ عقبیٰ کی طرف راہی ہوگئے۔انا للّٰہ وانا الیہ راجعون، ان للّٰہ ما اخذ ولہ ما اعطیٰ وکل شئی عندہ باجل مسمّٰی۔

شیخ الحدیث حضرت مولانا نورالہدیٰ صاحب نے ۱۹۶۵ء میں جامعہ اشرفیہ لاہور سے درسِ نظامی کی تکمیل کی، ۱۹۶۹ء میں جامعہ ربانیہ کے نام سے ناظم آباد اور ۱۹۸۱ء میں قصبہ کالونی کراچی میں دینی درس گاہ کی بنیاد رکھی۔تقریباً پچیس سال شیخ الحدیث کے منصب پر فائز رہے، اپنے مدرسہ کے علاوہ جامعہ ندوۃ العلم میں کچھ عرصہ مسند حدیث کو رونق بخشی۔ اندرون وبیرون ملک ہزاروں شاگردوں میں مفتی نظام الدین شامزئی شہیدؒ، مولانا عنایت اللہ شہیدؒ، مولانا اقبال اللہ، جمعیت علمائے اسلام بلوچستان کے امیر مولانا فیض محمد سمیت ہزاروں علماء شامل ہیں۔ جہادِ افغانستان میں حصہ لیا، بنفسِ نفیس اگلے مورچوں پر دادِ شجاعت دی۔ پندرہ کے قریب اردو اور عربی کتابوں کے مصنف تھے، بیس سال تک جمعیت علمائے اسلام کراچی کے امیر کی حیثیت سے ملکی سیاست میں بھرپور حصہ لیا۔تحریک نظامِ مصطفیٰ اور ایم آر ڈی کے پلیٹ فارم سے قید وبند کی صعوبتیں برداشت کیں۔تحریک ختم نبوت میں بھی پسِ دیوارِ زنداں رہے۔شیخ الحدیث صاحب وسیع المشرب تھے، ہر ایک کے لئے ان کا در وا ہوتا۔یہی وجہ تھی کہ ہر ایک انہیں اپنا سرپرست سمجھتا۔ان کی وفات حسرت آیات پر ہر ایک کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ ہم اپنے سرپرست سے محروم ہوگئے۔ مولانا منظور احمد مینگل صاحب نے کیا خوب کہا:''وہ تو نورالہدیٰ تھے، ہر مسلک ومشرب کو ان کے انوارات یکساں منور رکھتے تھے۔نورالہدیٰ کے نور کو محصور نہیں کیا جاسکتا۔'' شیخ الحدیث صاحب ہر جگہ میر محفل ہوتے۔کسی بھی مجلس میں ہوتے پوری محفل ان کی طرف متوجہ ہوتی۔ان کی گفتگو بڑی دلچسپ ہوتی، بلا کا حافظہ پایا تھا، جو بات اور واقعہ بیان کرتے پوری جزئیات سے کرتے۔اپنے اساتذہ اور اکابر کا خاکہ ان کے ذہن میں خوب نقش تھا، جیسے کل ہی کی بات ہو، انداز اتنا دل نشین ہوتا کہ بس وہ کہیں اور سنا کرے کوئی۔ شیخ الحدیث حضرت مولانا نورالہدیٰؒ نے بھرپور زندگی گزاری۔دین کے ہر شعبہ سے سیراب ہوئے۔خطاب کرتے تو دل ودماغ روشن

کرتے، جہاد ایسا کیا کہ اگلے مورچوں پہ دشمن کو ناکوں چنے چبوائے۔ختم نبوت کے پروانوں میں نام لکھوایا، درس وتدریس کے تو وہ تھے ہی بے تاج بادشاہ۔عیدالفطر سے ایک دن پہلے علیل ہوئے۔چار دن آئی سی یو میں رہے، ۶رشوال المکرم بروز پیر بمطابق ۱۰رجون تہجد کے وقت خالق حقیقی سے جاملے۔شام چار بجے نماز جنازہ ان کے بیٹے مولانا شمس الہدیٰ نے پڑھائی۔پاپوش نگر قبرستان میں شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانی کے بھائی اور تحریک پاکستان کے راہنما علامہ ظفر احمد عثمانی، حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ کے اجل خلیفہ مولانا شاہ عبدالغنی پھول پوریؒ اور حضرت اقدس مفتی رشید احمد لدھیانویؒ جیسی عظیم شخصیات کے پہلو میں تدفین عمل میں آئی۔لواحقین میں دو بیوائیں نو بیٹوں اور نو بیٹیوں سمیت ہزاروں شاگردوں کو سوگوار چھوڑا۔

شیخ الحدیث حضرت مولانا نورالہدیٰ کئی کتابوں کے مصنف تھے، ان میں سے ایک کتاب تنشیط الاحوذی شرح عربی جامع الترمذی بھی ہے، جو تبصرہ کے لئے ماہنامہ ''بینات'' کراچی کے لئے بھیجی گئی تو میرے حضرت اقدس حضرت مولانا سعید احمد جلال پوری شہیدؒ نے درج ذیل تبصرہ لکھا:

''صحاحِ ستہ میں سے جامع ترمذی کو اللہ تعالیٰ نے ہر دور میں غیر معمولی مقبولیت عطا فرمائی ہے، چنانچہ جامع ترمذی کی اسی مقبولیت کی علامت ہے کہ صحاحِ ستہ میں سے صحیح بخاری کے بعد جتنا اس کی شروح لکھی گئی ہیں، شاید اتنا کسی کی نہ لکھی گئی ہوں۔اس کے علاوہ چونکہ امام ترمذی کا انداز دوسرے ائمہ حدیث سے نرالا ہے، اس میں ہر حدیث پر اس کی صحت وضعف کے اعتبار سے حکم لگانے کے بعد بیان مذاہب پر خصوصی توجہ دی گئی ہے، اس لئے ہر دور کے اہلِ علم نے اس کی تعلیم وتدریس پر خصوصی توجہ دی ہے۔چنانچہ اہلِ علم جانتے ہیں کہ کتب صحاحِ ستہ میں سے اس کی تدریس میں تقریباً تمام مضامین کا احاطہ کیا جاتا ہے۔دوسرے الفاظ میں ترمذی شریف حدیث کی وہ کتاب ہے جو فقہی طرز پر پڑھائی جاتی ہے۔اسی اہمیت کے پیش نظر اس کی مختصر ومطول متعدد شروح ملتی ہیں۔

پیش نظر کتاب بھی جامع ترمذی کی اسی سلسلے کی ایک جدید شرح ہے، جس میں فاضل شارح نے نہایت آسان انداز میں کتاب سمجھانے کی کوشش کی ہے، جیسا کہ مصنف موصوف نے لکھا ہے کہ انہوں نے جامع ترمذی آج سے ۳۸ سال قبل ہندوپاک کے مشہور محدث اور فاضل استاد حضرت مولانا رسول خان ہزاروی قدس سرہ سے پڑھی تھی۔اس وقت انہوں نے اپنے استاذ محترم کے جو افادات قلم بند کئے تھے، اب فرصت میں ان کو مرتب کر کے ''تنشیط الاحوذی'' کا نام دیا ہے۔یوں تو ہر مصنف وشارح کا اپنا ایک الگ انداز ہوتا ہے مگر مولف موصوف نے اس کتاب کی ترتیب میں درج ذیل امور کا بطورِ خاص لحاظ رکھا ہے:

۱:...بظاہر متعارض اسناد اور رواۃ کی تحقیق، ۲:...حدیث کے مشکل الفاظ کی لغوی تحقیق، ۳:...حدیث کی تشریح، ۴:...احادیث میں تطبیق، ۵:...مذاہب متداولہ اور ان کے دلائل کی تحقیق، ۶:...احادیث کی روشنی میں مذہب حنفی کی نشان دہی، ۷:...فقہ وحدیث میں مطابقت، ۸:...فاسد وباطل عقائد ونظریات کی تردید، ۹:...اختصار اور جامعیت کے ساتھ بے جا طوالت سے اجتناب وغیرہ۔پیش نظر پہلی جلد ابواب الطہارۃ تک ہے، اس کی مزید جلدیں زیر ترتیب ہیں۔خدا کرے کہ اس کی باقی ماندہ جلدیں بھی جلد منظر عام پر آجائیں اور امت اس علمی خزانے سے مستفید ہو سکے۔'' (ماہنامہ بینات کراچی، جمادی الاخریٰ ۱۴۲۸ھ، جولائی ۲۰۰۷ء)

اللہ تبارک وتعالیٰ حضرت شیخ الحدیثؒ کو اپنے جوارِ رحمت میں جگہ عطا فرمائے، ان کی آنے والی تمام منزلیں آسان فرمائے اور ان کے لواحقین کو صبر جمیل کی توفیق عطا فرمائے۔ان کی تمام حسنات کو جاری وساری فرمائے۔آمین۔تمام قارئین سے حضرت کے لئے ایصال ثواب کی درخواست ہے۔

وصلی اللّٰہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ وصحبہ اجمعین

اسلامی معاشرے میں قوانین کی پابندی!

مفتی سردار محمد اشرفی

کسی بھی ملک کی ترقی اور تنزّلی کا راز اس کے قوانین کی پابندی میں مضمر ہوتا ہے۔ مملکتِ خداداد اسلامی جمہوریہ پاکستان ہمارا پیارا وطن ہے اور الحمدللہ! ہم مسلمان ہیں، ہمارا مذہب اسلام ہے، اسلام اللہ جل جلالہٗ کا بنایا ہوا نظامِ زندگی ہے جس کی پابندی ہم پر فرض ہے۔ اسلام امن و سلامتی کا مذہب ہے۔ قرآن پاک میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ’’وَلَا تَعْثَوْا فِی الْأَرْضِ مُفْسِدِیْنَ‘‘ ..... یعنی: ’’اللہ کی زمین میں فساد پھیلانے والے مت ہو۔‘‘

لفظ ’’اسلام‘‘ میں سلامتی کا درس ہے اور پھر مذہبِ اسلام پر چلنے والا مسلمان کہلاتا ہے تو لفظِ ’’مسلمان‘‘ میں بھی سلامتی کا درس ہے اور جب دو مسلمان آپس میں ملاقات کرتے ہیں تو ’’السلام علیکم‘‘ کہتے ہیں، چنانچہ روزِ روشن کی طرح ثابت ہوا کہ اسلام امن وسکون اور سلامتی کا مذہب ہے۔ مذہب کے دائرے میں رہتے ہوئے ہر معاشرے، ہر قوم اور ہر ملک کے کچھ قوانین اور ضوابط ہوتے ہیں، پُر امن اور پُر سکون زندگی گزارنے کے لئے ان کی پابندی از حد ضروری ہوتی ہے۔

یہ ایک مثبت پہلو ہے اور منفی پہلو یہ ہے کہ قانون توڑنے اور اُصول وضوابط کا احترام نہ کرنے سے افراتفری پھیل جاتی ہے، جن کی بنا پر نہ صرف افراد کا سکون تہہ وبالا ہو جاتا ہے، بلکہ پورے معاشرے اور قوم کی زندگی متاثر ہوجاتی ہے، اس لئے مذہبِ اسلام نے مسلمانوں کو قانون کا احترام اور پابندی کرنے کی تاکید کی ہے۔

نبی اکرم ﷺ کے دور میں اسلامی معاشرے میں قانون کا کس قدر احترام کیا جاتا تھا، اس کی نہایت عمدہ مثال شراب کی حرمت کے سلسلے میں دیکھنے میں آئی ہے، جوں ہی شراب کی حرمت کا اعلان کرایا گیا، اسی وقت لوگوں نے شراب کے تمام برتن توڑ دیئے اور شراب مدینے کی گلیوں میں بہہ نکلی اور اسلامی معاشرہ شراب کی لعنت سے پاک ہوگیا اور یہی اللہ جل جلالہٗ اور رسول ﷺ کی اطاعت کی اصل روح اور اسلام کا حقیقی مفہوم ہے، کیونکہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

’’یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَلَا تُبْطِلُوْا اَعْمَالَکُمْ‘‘ (محمد:۳۳)

ترجمہ: ’’اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ اور رسولؐ کی اطاعت کرو اور اپنے اعمال کو برباد نہ کرو۔‘‘

چنانچہ ہر مسلمان کا فرض ہے کہ وہ اسلام کے اُصول واحکام اور اس کی روشنی میں بنائے ہوئے تمام قوانین وضوابط کی پوری پابندی اور کامل احترام کرے، اسی طرح ہم ایک اچھے شہری، اچھے پاکستانی اور سچے مسلمان بن سکتے ہیں، جس طرح قدرت کا نظام چند ضروری قوانین کا پابند ہے، اسی طرح معاشرے کا قیام و دوام معاشرتی، اخلاقی اور دینی احکام وقوانین پر موقوف ہے۔

یوں تو دنیا کا کم عقل سے کم عقل انسان بھی قانون کی ضرورت، اس کی پابندی اور اہمیت کا اعتراف کرے گا، لیکن کم لوگ ایسے ہیں جو عملاً قانون کے تقاضے پورے کرتے ہوں، عصرِ حاضر میں دو افراد کے باہمی معاملات سے لے کر بین الاقوامی تعلقات تک لوگ ضوابط اور قوانین کی پابندی سے گریزاں ہیں اور لاقانونیت کے اس رجحان نے دنیا کا امن وسکون غارت کردیا ہے۔ سوال یہ ہے کہ انسان قانون کی افادیت کا قائل ہونے کے باوجود اس کی خلاف ورزی کیوں کرتا ہے؟ اس کی چند وجوہ ہیں:

۱:- اسلامی تعلیمات سے روگردانی۔

۲:- خودغرضی اور مفاد پرستی۔

۳:- اپنے آپ کو قانون سے بالاتر سمجھنا۔

۴:- حب الوطنی سے بے توجہی۔

۵:- امن وسلامتی کی ناقدری۔

چنانچہ اسلام ان سب وجوہ کا خوبی سے تدارک کرکے مسلمانوں کو قانون کا پابند بناتا

ہے، بایں وجہ ایک طرف وہ انہیں خدا پرستی اور ایثار وسخاوت اور اکرامِ مسلم کا درس دیتا ہے تو دوسری طرف ان میں آخرت کی جواب دہی کا احساس وشعور پیدا کرتا ہے اور انہیں احساس دلانا چاہتا ہے کہ اگر وہ اپنے اثر ورسوخ یا دھوکے فریب سے دنیا میں قانون کی خلاف ورزی کی سزا سے بچ بھی گئے تو آخرت میں اُنہیں خدا کی گرفت سے کوئی نہیں بچا سکے گا۔

آخرت میں جواب دہی کا یہی احساس اسلامی معاشرے کے گناہ میں ملوث ہوجانے والے افراد کو از خود عدالت میں جانے پر مجبور کرتا ہے اور وہ اصرار کرتے ہیں کہ انہیں دنیا ہی میں سزا دے کر پاک کردیا جائے، تاکہ وہ آخرت کی سزا سے بچ جائیں۔ لوگوں کے دلوں میں قانون کے احترام کا سچا جذبہ پیدا کرنے کے لئے ضروری ہے کہ خود حکمران طبقہ بھی قانون کی پاسبانی کرے اور اپنے اثر ورسوخ کو قانون کی زد سے بچنے کا ذریعہ نہ بنائے۔ آج دنیا کا شاید ہی کوئی دستور یا آئین ایسا ہو جس میں حکمران طبقے کو مخصوص مراعات مہیا نہ ہوگئی ہوں اور قانون میں آقا و غلام، شاہ اور گدا کا کوئی امتیاز نہ ہو۔

اسلامی تاریخ کا مشہور واقعہ ہے کہ ایک مرتبہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی زرہ گم ہوگئی اور ایک یہودی کے پاس ملی، خود خلیفۂ وقت ہونے کے باوجود آپؓ اسے قاضی کی عدالت میں لے گئے، چنانچہ جب قاضی نے آپؓ سے گواہوں کا مطالبہ کیا تو خلیفۂ وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے اور غلام کو پیش کیا۔ قاضی نے دونوں کی گواہی ان سے قریبی تعلق کی بنا پر قبول کرنے سے انکار کردیا تو آپؓ اپنے دعوے سے دستبردار ہوگئے۔ احترامِ قانون کے اس فقید المثال واقعے نے یہودی کو اتنا متاثر کیا کہ وہ کلمہ پڑھ کر مسلمان ہوگیا۔

اسلامی معاشرے میں نماز کے اندر قانون کی پابندی کی دلکش تصویر موجود ہے، ایک صف میں کھڑے ہوکر ایک قبلے کی طرف رُخ کر کے ایک امام کی اقتداء میں قیام، رکوع اور سجود، زید، عمرو، بکر، محمود وایاز سب مل کر ہمیں قانون کی پابندی سکھاتے ہیں اور دلوں میں احترامِ قانون کا احساس پیدا کرتے ہیں۔

اسی طرح رمضان المبارک میں روزہ رکھنا احترامِ قانون کا حسین نقشہ ہے۔ حکمِ خداوندی کے تحت صبحِ صادق سے لے کر غروبِ آفتاب تک مفطراتِ ثلاثہ (اکل، شرب اور بعال یعنی جماع) سے مطلق پرہیز یہ ظاہر کرتا ہے کہ مسلمان اپنے خالقِ حقیقی کا مطیع اور فرماں بردار ہے۔ حج بھی اسی قوانین کی پابندی کا ایک دلنشین نظارہ ہے۔

دنیا میں جہاں کہیں امن وسکون ہے، اس کا راز یہی ہے کہ وہاں کے باشندے قانون کے پابند ہیں، جہاں کہیں بگاڑ وانتشار ہے، بدامنی اور پریشانی ہے، وہاں قانون شکنی کی حکمرانی ہے۔ اس بات کو سمجھنے کے لئے بدنِ انسانی ہمارے سامنے ہے کہ جب جسم کے نظام میں خرابی پیدا ہوجاتی ہے تو بیماری لاحق ہوجاتی ہے اور بدنِ انسانی کا چین وسکون غارت ہوجاتا ہے۔ فتح مکہ کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت کے تحت ان گھروں اور باغوں پر بھی قبضہ نہ کیا جن کو وہ ہجرت کے وقت چھوڑ گئے تھے، جو کہ قانون کی پابندی کی زندہ مثال ہے۔ ☆☆

دوروزہ تحفظ ختم نبوت کورس، قصور

قصور..... گزشتہ ماہ جامعہ مسجد سیّدنا علی المرتضیٰ بھرپورہ قصور میں دوروزہ تحفظ ختم نبوت کورس منعقد ہوا۔ پہلے دن حافظ افتخار احمد فخر کی تلاوت اور نعت شریف کے بعد ضلع قصور کے مبلغ مولانا عبدالرزاق شجاع آبادی اور مولانا عبدالشکور حقانی لاہور کے بیانات ہوئے۔ دوسرے دن تلاوت حافظ محمد وسیم نے کی جبکہ نعت احسان بلال نے پیش کی۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت لاہور کے مبلغ مولانا عبدالنعیم اور مناظر اسلام حضرت مولانا عبدالعزیز کے بیانات ہوئے۔ تمام اسباق پروجیکٹر ملٹی میڈیا کے ذریعے پڑھائے گئے۔ الحاج میاں محمد معصوم انصاری اور حاجی شبیر احمد مغل، قاری سیف اللہ رحیمی نے مکمل سرپرستی کی۔ شرکاء کی حاضری اچھی خاصی رہی اور دوسرے دن اسناد بھی شرکاء کورس میں تقسیم کی گئیں۔ کورس کے عنوانات عقیدۂ ختم نبوت، حیات و نزول حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور قادیانیت تھے۔ استاد القراء عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت قصور کے امیر کی صدارت اور میزبانی اور دعائیہ کلمات سے کورس بخیر وخوبی اختتام پذیر ہوگیا۔ جناب حاجی محمد اسلم چوہڑ المدینہ برکت ٹریول والوں نے عطیۂ اشتہار کی سعادت حاصل کی۔

دین کا جامع اور متوازن تصور!

مولانا بلال عبدالحی حسنی ندوی

یہ کل کائنات اللہ تبارک وتعالیٰ کی صفات کا مظہر ہے۔ اس کی مختلف صفات اس کی مخلوقات میں جلوہ گر نظر آتی ہیں، کہیں اس کی صفت رحمت کا ظہور ہے تو کہیں اس کی جباریت وقہاریت کارفرما نظر آتی ہے، کہیں وہ اپنی وسعت وکشائش کے دروازے بندوں پر کھول دیتا ہے تو کہیں اس کی شان ''القابض'' نظر آتی ہے، کسی کو تحت الثریٰ سے اٹھا کر آسمان کی بلندیوں تک لے جاتا ہے تو کسی کو اسفل السافلین تک پہنچا دیا جاتا ہے، لیکن جو کچھ بھی وہ کرتا ہے اس میں اس کی قدرت کاملہ اور حکمت بالغہ کی کارفرمائی دکھائی دیتی ہے، اس نے جو چیز بھی پیدا کی وہ پورے توازن اور تناسب کے ساتھ پیدا کی، انسان کو اس نے اشرف المخلوقات بنایا، انسانی اعضاء کا تناسب اور جسم کا پورا نظام اس کی قدرت کی ایک دلیل ہے، خود ارشاد ربانی ہے:

''سنریهم ایاتنا فی الافاق وفی انفسهم حتی یتبین لهم انه الحق۔'' (حم السجدہ:۵۳)

ترجمہ: ''آگے ہم ان کو اطراف عالم میں اور خود ان کے اندر اپنی نشانیاں دکھادیں گے یہاں تک کہ یہ بات ان کے سامنے کھل کر آجائے گی کہ یقیناً یہی حق ہے۔''

اور آج کی جدید سائنس بھی اس حقیقت کو تسلیم کرتی ہے، جسم انسانی کے توازن وتناسب اور اس کی باریکیاں دیکھ کر بڑے سے بڑا منکر خدا بھی سوچنے پر مجبور ہوتا ہے کہ اس کے پس پردہ ضرور کوئی طاقت کام کررہی ہے، جس کے ہاتھ میں کائنات کا نظام ہے اور جس کی اجازت کے بغیر کوئی چیز بھی اپنی جگہ سے سرمو انحراف نہیں کرسکتی، انسان نے بلاشبہ اسباب تلاش کئے ہیں اور وہ ایک سرے سے دوسرے سرے کو پکڑتا ہے، لیکن ایک حد پر جاکر اس کی بھی عقل کام کرنا چھوڑ دیتی ہے اور پھر اگر اس میں ذرا بھی ہوش ہے تو وہ پکار اٹھتا ہے کہ یہ سب اسباب در اسباب ہیں، ان کے پیچھے ضرور کوئی نہ کوئی ہاتھ ہے جو ان اسباب کے لئے مسبب حقیقی کا درجہ رکھتا ہے، ایک امریکی عالم حیاتیات لکھتا ہے:

''غذا ہضم ہونے اور اس کے جزو بدن بننے کے حیرت انگیز عمل کو پہلے خدا کی طرف منسوب کیا جاتا تھا، اب جدید مشاہدہ میں وہ کیمیائی ردعمل کا نتیجہ نظر آتا ہے، مگر کیا اس کی وجہ سے خدا کے وجود کی نفی ہوگی؟ آخر وہ کون سی طاقت ہے جس نے کیمیائی اجزا کو پابند کیا کہ وہ اس قسم کا مفید ردعمل ظاہر کریں، غذا انسان کے جسم میں داخل ہونے کے بعد ایک عجیب وغریب خودکار انتظام کے تحت جس طرح مختلف مراحل سے گزرتی ہے، اس کو دیکھنے کے بعد یہ بات بالکل خارج از بحث معلوم ہوتی ہے کہ یہ حیرت انگیز انتظام محض اتفاق سے وجود میں آگیا، حقیقت یہ ہے کہ اس مشاہدہ کے بعد تو اور زیادہ ضروری ہوگیا ہے کہ ہم یہ مانیں کہ خدا اپنے عظیم قوانین کے ذریعہ عمل کرتا ہے جس کے تحت اس نے زندگی کو وجود دیا۔''

(علم جدید کا چیلنج، ناشر مجلس تحقیقات اسلام لکھنؤ)

جدید سائنس نے انسانی جسم کے بارے میں جو تحقیقات کی ہیں اور اس کی باریکیوں کا جو جائزہ پیش کیا ہے، اس سے اللہ تعالیٰ کی قدرت وحکمت اور زیادہ نظر آتی ہے اور انسان بے ساختہ یہ کہنے پر مجبور ہوتا ہے:

''فتبارک اللہ احسن الخالقین'' (المومنون:۱۴)

ترجمہ: ''تو کیسی برکت والی ذات ہے اللہ کی جو سب سے بہتر پیدا کرنے والا ہے۔''

وہی خالق انسان جس نے جسم انسانی کے تناسب وتوازن میں ایسی باریکیوں سے کام لیا کہ اس کا تصور بھی بعض مرتبہ انسان کے بس سے باہر ہوجاتا ہے، اس نے دنیا میں انسان کو زندگی گزارنے کا طریقہ بھی بتایا ہے اور اس نظام حیات میں بھی اس حکیم وخبیر نے انسانی جسم، انسانی طبیعت اور مزاج کے اعتبار سے ایسی باریکیاں ملحوظ رکھی ہیں کہ کوئی بھی انسان اپنے طور پر ایسا نظام پیش کرنے سے قاصر ہے۔

یہ بھی ایک تسلیم شدہ حقیقت ہے کہ انسان کے جسم پر اور اس کے مزاج پر زمان ومکان اثر انداز ہوتے ہیں، آج کا انسان زمانہ قدیم کے انسان سے قدرے مختلف ہے،قدیم زمانے میں اس کا جسم زیادہ قوی وتنومند اور قد طویل ہوتا تھا،قوم عاد وثمود کے عذاب کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''کانھم اعجاز نخل خاویة۔''
(الحاقہ:۷)

ترجمہ:''جیسے وہ کھجور کے کھوکھلے تنے ہوں۔''

جگہ کی تبدیلی بھی انسان پر اثر ڈالتی ہے، عرب قوم زیادہ حقیقت پسند اور جفاکش سمجھی جاتی تھی، جب کہ عجمیوں میں تکلف وتصنع اور تانق ہوتا تھا، آج بھی مختلف ملکوں میں بسنے والے انسانوں میں نمایاں فرق نظر آتا ہے، کوئی کالا ہے، کوئی گورا ہے،کہیں کے باشندے بڑے مضبوط جسم والے اور بڑے ڈیل ڈول والے نظر آتے ہیں تو کہیں کے نحیف اور لاغر دکھائی دیتے ہیں، یہ اس حکیم و خبیر کی قدرت وحکمت ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام دنیا میں آئے، ایک ایسا نظام زندگی لے کر آئے جس میں اولین دور کے انسان کے جسم اور مزاج کی پوری رعایت تھی، اگر انسان اسی نظام کے مطابق زندگی گزارتا رہتا تو امن عالم کے لئے نہ کسی تحریک کی ضرورت تھی، نہ کسی دعوت کی لیکن یہ تقدیری مسئلہ تھا۔اللہ تعالیٰ نے شیطان کو اس کی اجازت دی کہ وہ انسان سے اپنی عداوت کا انتقام لے،اس نے آدم کے بیٹے قابیل کو بہلا پھسلا کر اس نظام سے ہٹایا جس کے نتیجہ میں پہلی مرتبہ امن عالم پر ضرب لگی اور اس نے اپنے بھائی کو قتل کر دیا، چونکہ یہ پہلی دستور شکنی تھی اور آسمانی نظام کے متوازی ایک نئے ایسے نظام کا آغاز تھا جو دنیا کے لئے فساد کا پیش خیمہ تھا، اس لئے اس پر گرفت بھی سخت ہوئی، ایک حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''لا تقتل نفس ظلما الا کان علی ابن آدم الاول کفل من دمھا لانہ اول من سن القتل۔''(صحیح البخاری، کتاب احادیث الانبیاء:۳۳۳۵)

ترجمہ:''جو بھی قتل وغارت گری ہوگی اس کا وبال آدم کے اسی پہلے بیٹے کے سر جائے گا اس لئے کہ اس نے قتل کی راہ نکالی۔''

جب دنیا میں اس نظام سماوی سے سرکشی بڑھی تو اللہ تعالیٰ نے نبی بھیجے تا کہ وہ لوگوں کو راہ راست پر لائیں اور ان کو یاد دلائیں کہ وہ اللہ کی مخلوق اور اس کے بندہ ہیں، ان کی ذمہ داری ہے کہ اسی نظام کی پابندی کریں جو اللہ تعالیٰ نے انسانوں کے لئے لازم فرمایا جس میں انسان کے مزاج کی پوری رعایت ہے اور وہی نظام امن عالم کا ضامن ہے، یہ سلسلہ جاری رہا، دنیا اپنی عمر طے کرتی رہی اور زمانے کے تغیرات کے اعتبار سے اس نظام میں بھی جزوی تبدیلیاں ہوتی رہیں تا کہ اپنے اپنے زمانہ کے اعتبار سے وہ نظام ان کا ساتھ دے سکے۔

اس قدیم دنیا میں جو غیر ترقی یافتہ تھی اور اس کے علاقہ بٹے ہوئے تھے، ایک ہی زمانہ میں کئی کئی انبیاء بھیجے گئے تا کہ اپنے اپنے علاقوں میں وہ تبلیغ ودعوت کا کام کر سکیں، سلسلۂ نبوت اسی طرح جاری رہا اور نظام عالم اسی ڈگر پر چلتا رہا، یہاں تک کہ نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ہوئی، آپ کی بعثت کا زمانی رقبہ دنیا کی بقیہ پوری عمر پر محیط ہے اور مکانی رقبہ پوری کائنات کو اپنے احاطہ میں لئے ہوئے ہے۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

''وما ارسلناک الا رحمة للعالمین۔'' (الانبیاء:۱۰۷)

ترجمہ:''اور ہم نے آپ کو تمام جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔''

خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''انا خاتم النبیین لا نبی بعدی۔''(سنن الترمذی، کتاب الفتن، باب ماجاء لاتقوم الساعة حتی یخرج کذابون:۲۲۸۰)

ترجمہ:''میں آخری نبی ہوں میرے بعد کوئی نبی آنے والا نہیں۔''

جس طرح آپ کی بعثت آخری ہے اور عالمی ہے اسی طرح آپ کی شریعت بھی آخری اور عالمی ہے اور آپ کے واسطہ سے اس اخیر دور میں انسانوں کو جو نظام زندگی دیا گیا ہے اس میں زمان و مکان کی وسعت کا پورا لحاظ ہے، قویٰ کے اضمحلال، انسان کی جدت پسندی اور جدت طرازی کا اس میں پورا خیال رکھا گیا ہے، اب اس کا یہ مفہوم ہرگز نہیں ہے کہ انسانی مزاج کے بگاڑ اور اس کی کجی کے اعتبار سے اس میں کسی قسم کی تبدیلی ممکن ہے، بلکہ حقیقت یہ ہے کہ اس میں اصل فطرت انسانی کی تصویر موجود ہے، جو نہ کسی دین کے بس میں ہے کہ اس کو پیش کر سکے اور نہ کوئی مذہب یا مکتب فکر اس کو پیش کر سکتا ہے اور اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ یہ اس خالق کائنات کا نازل کردہ نظام ہے جو نفسیات انسانی اور تقاضائے بشری سے نہ صرف واقف بلکہ اس کا خالق ومتصرف بھی ہے اور اس کتاب ہدایت سے ماخوذ ہے جس کے بارے میں زبان اور فن کے ماہرین اس اعتراف پر مجبور ہیں کہ یہ کسی انسان کی تخلیق نہیں ہو سکتی۔☆☆

اسلامی لباس

مولانا توحید عالم بجنوری

''یٰبَنِیْٓ اٰدَمَ قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَیْکُمْ لِبَاسًا یُّوَارِیْ سَوْاٰتِکُمْ وَرِیْشًا''

ترجمہ: ''اے اولادِ آدم! ہم نے تمہارے لئے لباس پیدا کیا جو تمہارے ستر کو چھپاتا ہے اور موجب زینت بھی ہے۔''

آیت شریفہ میں حضرتِ حق جَلَّ مجدہٗ نے تمام اولادِ آدم کو خطاب فرمایا کہ تمہارا لباس قدرت کی ایک عظیم وبیش قیمت نعمت ہے اس کی قدر کرو، صرف اہل اسلام کو یعنی دین سماوی اور قانونِ الٰہی کے ماننے والے کو خاص نہیں کیا؛ بلکہ پوری انسانیت کو شامل فرمایا، اس بات کی طرف اشارہ کرنے کے لئے کہ لباس اور ستر پوشی انسان کی فطری خواہش اور ضرورت ہے، مزید آیت کریمہ میں اس طرف بھی اشارہ موجود ہے کہ ہم نے تمہاری صلاح وفلاح کے لئے ایسا لباس اُتارا ہے جس سے تم اپنے قابلِ شرم اعضا چھپاسکو اور ستر پوشی کے علاوہ ایک مزید فائدہ لباس سے اور حاصل ہوتا ہے کہ انسان اپنی ہیئت اور حالت کو مہذب وشائستہ بنانے کے لئے لباس سے زینت وجمال حاصل کرسکتا ہے نیز دوسری آیت میں ارشاد باری تعالیٰ ہے: ''یٰبَنِیْٓ اٰدَمَ خُذُوْا زِیْنَتَکُمْ عِنْدَ کُلِّ مَسْجِدٍ'' (اے آدم کی اولاد! لے لو اپنی آرائش ہر نماز کے وقت) حضرت علامہ شبیر احمد صاحب عثمانیؒ تحریر فرماتے ہیں کہ یہ آیت اُن لوگوں کے رد میں نازل ہوئی ہے جو کعبہ کا طواف برہنہ ہوکر کرتے تھے اور اسے پرہیزگاری اور اللہ سے قریب ہونے کا ذریعہ سمجھتے تھے، اللہ رب العزت نے ان کو بتلایا کہ یہ کوئی نیکی نہیں اور نہ ہی اس کا تقویٰ سے تعلق ہے، خدا کی دی ہوئی پوشاک جس سے تمہارے بدن کا ستر اور آرائش ہے، وہ اس کی عبادت کے وقت دوسرے اوقات سے بڑھ کر قابلِ استعمال ہے؛ تاکہ بندہ اپنے پروردگار کے دربار میں اُس کی نعمتوں کا اثر لے کر حاضر ہو۔

(تفسیر عثمانی سورۃ الاعراف:۱۳)

پس دنیا کی ہر مہذب اور باشعور قوم ستر پوشی اور لباس کو لازم قرار دیتی ہے اور لباس کے بغیر ستر کھول کر رہنا پسند نہیں کرتی، اطراف عالم میں شاید کوئی انسانی آبادی اور بستی ایسی ہو جو اس فطری قانون اور ضابطۂ حیات انسانی سے انحراف کرتی ہو؛ البتہ جنگلی اور وحشی قوموں کے بارے میں ضرور سنا ہے جو انسانیت سے عاری ہوتی ہیں اور اُن کا بود وباش اور رہن، سہن بالکل جانوروں جیسا ہوتا ہے وہ لباس کیا؟ کسی بھی تہذیبی عمل اور قانونِ انسانیت سے واقف نہیں ہوتیں؛ لہٰذا اُن سے بحث ہی نہیں۔ بات تو باشعور اور خردمند معاشروں کی چل رہی ہے، وہ سب اس فطری خواہش وضرورت کا پاس ولحاظ رکھتے ہیں اور ہر مہذب معاشرہ وماحول مردوں کی بہ نسبت عورتوں کی ستر پوشی پر زیادہ توجہ مرکوز کرتا ہے؛ لیکن آج تہذیب وتمدن اور ترقی وشائستگی کا مفہوم بدل کر دجّالی قومیں اور شیطانی ذرّیت فطرت سے بغاوت کررہی ہیں۔

رب کائنات کا پسندفرمودہ لباس:

اللہ رب العزت کا کوئی نبی اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کسی معاشرے اور تہذیب سے متاثر نہیں ہوتا؛ بلکہ ہر ہر مسئلے اور حکم میں مامور من اللہ ہوتا ہے، اسی لئے حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والتسلیم اپنے ماننے والوں اور پیروکاروں کو فطری ضروریات اور مواقع پر بھی خدائی ہدایات اور قوانین الٰہی کی روشنی میں راستے اور طریقے بتاتے اور سکھاتے ہیں، حدتو یہ ہے کہ سونے، جاگنے، کھانے، پینے اور بول وبراز جیسے معمولی اور چھوٹے امور میں بھی خدائی احکامات سے ہدایات جاری کرتے ہیں اور خود بھی عمل کرتے ہیں، اسی لئے آقائے مدنی صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اپنے جاں نثاروں کو یہ باتیں تعلیم کیں تو دشمنانِ خدا نے ٹھٹا کیا تھا کہ لو دیکھو یہ کیسا خدا کا پیغمبر ہے ایسی چھوٹی چھوٹی باتیں سکھاتا ہے؟ ان عقل کے اندھوں کو یہ کہاں معلوم تھا کہ دین اور مذہب ہمہ گیر اور ہمہ جہت ہوتا ہے، انسانی زندگی اور حیات کے کسی شعبہ اور گوشہ کو تشنہ نہیں چھوڑا جاتا؛ بلکہ ہر مسئلہ کا حل بیان کردیا جاتا ہے جب نبی اور رسول تمام امور میں مامور من اللہ ہوتا ہے تو لباس اور ستر پوشی جیسے اہم مسئلہ میں کیوں نہ خدائی حکم موجود ہوگا؛ ایسا ہونا کہ لباس کے حوالے سے کوئی غیبی اشارہ اور الہام باطنی نبی کے پاس نہ ہو اور وہ اپنی قوم وملت کے معاشرہ اور ماحول سے متاثر ہوکر انہیں کا لباس اپنا لے اور اپنی امت کو بھی اسی کا حکم کرے، ایسا ہونا عقل

ونقل دونوں اعتبار سے بعید معلوم ہوتا ہے۔نقلاً تو اس لئے کہ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ فرماتے ہیں کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ’’انّ ھٰذہ من ثیاب الکفار فلا تلبسھا۔‘‘ (مسلم شریف کتاب اللباس والزینۃ) (یہ کافروں کا لباس ہے اس کومت پہننا) جو انسان ماحول و معاشرے سے متاثر ہوکر لباس استعمال کرتا ہو وہ ایسا جملہ کیسے کہہ سکتا ہے؟ جب عام آدمی اور انسان اپنے قول و عمل میں ایسا کھلا تضاد نہیں کرسکتا تو نبی اور رسول سے ایسا معاملہ کیوں کر ممکن ہے؟ اسی طرح ذخیرہ احادیث میں بکثرت ایسی روایات موجود ہیں جن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: یہ لباس جائز ہے وہ ناجائز ہے، فلاں بہتر ہے اور فلاں غیر مناسب ہے، کہیں تشبہ بالکفار کی ممانعت فرمائی تو کہیں یہود و نصاریٰ اور مشرکین کی مخالفت کا حکم فرمایا، جو نبی اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم ایسے احکامات اور ہدایات بیان فرمائے وہ خود کافر معاشرہ اور مشرکانہ ماحول سے کیسے متاثر ہوسکتا ہے؟

اور عقلاً اس لئے کہ جو نبی اسلام اور پیغمبر برحق معاش اور معاد کے تمام شعبوں میں غیبی اشارات اور باطنی الہامات سے سرفراز کیا جاتا ہو، جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم حیاتِ انسانی کے ہر ہر گوشہ پر انسان کی ہدایت و رہنمائی خدائی پیغامات اور آسمانی ہدایات کی روشنی میں کرتا ہو وہ ستر پوشی اور لباس کے مسئلہ میں موجودہ معاشرہ سے کیسے مرعوب ہوسکتا ہے؟

لہٰذا معلوم یہ ہوا کہ جو ستر پوشی کا طریقہ اور جو لباس خالق کائنات کو پسند تھا اور ہے، وہی اس کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم نے اختیار فرمایا اور جیسے حبیب الٰہ العالمین قیامت تک کے نبی ہیں ایسے ہی قیامت تک اللہ تعالیٰ کا پسندیدہ لباس بھی وہی ہے جو سنتی لباس ہو؛ چنانچہ ان لوگوں کی بات کوئی وزن اور حیثیت نہیں رکھتی جو یہ کہتے پھرتے ہیں کہ کوئی لباس شرعی نہیں؛ بلکہ پیغمبر خدا اگر یورپ اور امریکا میں مبعوث ہوتے تو وہاں کے معاشرہ اور تہذیب کے مطابق لباس اختیار فرماتے اور اسی لباس کو شرعی لباس کا درجہ دیتے، یہ سب سراسر جہالت و گمراہی پر مبنی باتیں ہیں۔

لباسِ نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا لباسِ مبارک نہایت سادہ اور معمولی ہوتا تھا، فقیرانہ اور درویشانہ زندگی تھی، زیادہ تر اور عام طور پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لباس میں تہبند، چادر، کرتہ، جبہ اور کمبل ہوتے تھے اور فقر و درویشی کی حالت یہ ہوتی تھی کہ مبارک لباس میں پیوند لگے ہوتے تھے، رنگت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سبز لباس پسند تھا؛ البتہ نبی رحمت اور ہادی برحق صلی اللہ علیہ وسلم کی پوشاک عموماً سفید ہوتی تھی، آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک یمنی چادر تھی، جس پر سبز اور سرخ دھاریاں تھیں وہ آپ کو بہت پسند تھی؛ لہٰذا تقریب وغیرہ کے موقع پر آپ اس کو استعمال فرماتے تھے، وہ بردیمانی کے نام سے مشہور تھی۔

فائدہ: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خالص سرخ لباس استعمال کرنے سے منع فرمایا ہے۔

ٹوپی: نبوی لباس میں ٹوپی کا جہاں تذکرہ ملتا ہے تو ایسی ٹوپی کا ملتا ہے جو سر سے چپٹی ہوتی، اور حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کے حوالے سے بھی اسی وصف کی ٹوپی کا استعمال ثابت ہے، صحابہ کرامؓ کی ٹوپیاں سر سے لگی ہوئی ہوتی تھیں۔

عمامہ: حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پگڑی اور عمامہ استعمال فرماتے تھے اور دونوں شانوں کے درمیان اس کا شملہ لٹکایا کرتے تھے البتہ کبھی دائیں اور بائیں جانب بھی ڈال لیتے تھے اور کبھی تھوڑی کے نیچے لپیٹ لیا کرتے تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عمامہ کے نیچے ٹوپی ضرور استعمال فرماتے تھے اور یہ ارشاد فرماتے تھے کہ: ہم میں اور مشرکین میں یہی فرق اور امتیاز ہے کہ ہم پگڑی کے نیچے ٹوپیاں استعمال کرتے ہیں اور وہ نہیں کرتے (ابوداؤد شریف کتاب اللباس) حدیث شریف میں یہ بھی آیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: حق تعالیٰ شانہ نے غزوۂ بدر اور حنین میں میری امداد کے لئے جو فرشتے اتارے وہ عمامے باندھے ہوئے تھے۔

لنگی: ہادیٔ انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام کپڑے ٹخنوں سے اوپر رہتے تھے اور بالخصوص تہبند نصف پنڈلی تک ہوتا تھا۔

پائجامہ: حدیث پاک میں ہے کہ نبی دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم نے منیٰ کے بازار میں پائجامہ بکتا ہوا دیکھا، دیکھ کر پسند فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ: اس میں ازار کی بہ نسبت ستر زیادہ ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پائجامہ خریدنا بھی ثابت ہے؛ البتہ استعمال کرنا ثابت نہیں ہے۔ (سیرت مصطفیٰ، ج:۳، ص:۱۸۲، فتاویٰ دارالعلوم، ج:۱۶، ص:۵۵۱)

موزے: محبوب رب العالمین سے موزے استعمال کرنا بھی ثابت ہے اور آپ موزوں پر مسح فرماتے تھے۔

خرقہ: لباسِ نبوی میں خرقہ یعنی کملی کا تذکرہ بھی بکثرت ملتا ہے؛ بلکہ خرقہ تو تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کا لباس رہا ہے روایت ہے:

"حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا کہ:

حضرات انبیاء گدھوں کی سواری فرماتے تھے، اون پہنا کرتے تھے اور بکریوں کا دودھ پیتے تھے۔"

(رواہ الطیالسی)

"اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

جس روز حضرت موسیٰ کو حضرتِ حق جل شانہ سے شرفِ ہم کلامی حاصل ہوا اُس روز ان کا کمبل اون کا تھا، ان کی ٹوپی، جبہ اور پائجامہ سب اون کے تھے اور جوتے مردار گدھے کی کھال کے تھے۔"

(سیرتِ مصطفیٰ، ج۳،ص۳۸۲، بحوالہ زرقانی)

حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے لکھتے ہیں: حق تعالیٰ شانہ نے اپنے حبیب کو یٰاَیُّھَا الْمُزَّمِّلُ سے خطاب کرکے ایک پوری سورتِ مبارکہ خرقہ پوش درویشوں کے لئے نازل فرمائی جس میں ان کے لئے بہت سے شرائط و لوازم ذکر فرمائے ہیں۔ (ترجمہ شیخ الہند تفسیر سورۃ المزمل)

دورِ حاضر کی حالتِ زار:

عصرِ حاضر فتنہ وفساد، اخلاقی پستی وتباہی، اسلامی اور مذہبی اقدار وروایات کی پامالی اور بے راہ روی وغلط کاری کا ہے، آج کل جہاں اور بہت سی خرابیاں اور خرافات نسلِ انسانی کی پستی کا سبب ہیں وہیں ستر پوشی اور لباس میں بھی انسانیت، حیوانیت سے ہم آہنگ ہے، شیطان اور اس کی ذریت اولادِ آدم اور بناتِ حوا کو برہنہ یا نیم برہنہ کرکے انسانیت کو شرمسار کرنے پر پوری طاقت وقوت صرف کر رہی ہے، کبھی تہذیب وشائستگی اور ترقی وخوشحالی کے نام سے بناتِ حوا کو برہنہ یا نیم برہنہ حالت میں گلی، کوچوں، سڑکوں اور چوراہوں میں لے آتے ہیں اور کبھی آزادیٔ نسواں کا دلفریب اور خوش نما نعرہ دے کر پارکوں، نائٹ کلبوں، ہوٹلوں، کھیلوں کے میدانوں اور فلمی ڈراموں میں عورتوں اور خاص طور پر نوعمر بچیوں کو ننگا نچاتے ہیں، کبھی اس شیطانی مشن کو ترقی کا لبادہ اڑھادیا جاتا ہے تو کبھی روشن خیالی سے موسوم کیا جاتا ہے؛ لیکن یہ انسان اور وہ بھی دین ومذہب کا پاسبان اس طاغوتی چال اور شیطانی جال کے دامِ فریب میں بڑی آسانی سے پھنس جاتا ہے، آج مغربی تہذیب وتمدن، بود وباش اور کاٹ چھانٹ کو نوجوان نسل خواہ لڑکے ہوں یا لڑکیاں دوڑ کر اختیار کر رہے ہیں، نوجوان لڑکیوں نے ان کی نقل کرتے ہوئے اپنے مستور جسم اور باپردہ بدن کو برملا کھول ڈالا، سر سے اوڑھنی اور دوپٹہ بالکل غائب ہوگیا، باقی لباس بھی یا تو پورے جسم کے لئے ساتر اور چھپانے والا ہی نہیں ہے دونوں ہاتھ اوپر تک کھلے ہوئے ہیں، دونوں پاؤں رانوں تک کھلے ہیں اور حد تو یہ ہے کہ پیٹ اور پیٹھ بھی کھل گئے ہیں اور یا بہت زیادہ باریک لباس ہے، جس سے جسم چھپتا ہی نہیں؛ بلکہ صاف نظر آتا ہے ایسے لباس کا مقصد ستر پوشی نہیں محض زینت ہوتی ہے اور اگر لباس میں مذکورہ دونوں کمی نہ ہوں تو تیسری کمی اور نقص یہ ہے کہ وہ اتنا چست اور ٹائٹ ہوتا ہے کہ جس سے بدن کا نشیب وفراز خوب ظاہر ہوتا ہے، ایسا لباس جس میں مذکورہ تینوں باتوں میں سے کوئی بھی ہو اس کو پہننے والی عورتوں پر اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت فرمائی ہے؛ لہٰذا نبی کی لعنت اور بددعا سے بچنے کے لئے مذکورہ لباس کو استعمال نہ کریں۔

یہی حال نوجوان لڑکوں کا ہے کہ مغربی اقوام کے ساتھ قدم بہ قدم اور شانہ بہ شانہ چلنے کی ہوڑ اور ہوس میں ہمارے نوجوان اپنی تہذیب، اپنا خاندانی تمدن اور اسلامی روایات کو بالائے طاق رکھ کر ایسا لباس زیبِ تن کرتے ہیں جو جسمانی خدوخال کو چھپانے کے بجائے اور زیادہ نمایاں کرتا ہے؛ حالاں کہ دوسری قوموں سے مرعوب ہوکر ان کی تہذیب، اُن کا طرز اپنانا تشبہ میں آتا ہے جس پر احادیث میں سخت ترین وعیدیں آئی ہیں کہ جو انسان دنیا میں جس قوم کی شباہت اختیار کرے گا وہ کل قیامت میں انہی کے ساتھ اُٹھایا جائے گا اور اس کا حشر انہیں کے ساتھ ہوگا، اللہ تعالیٰ شانہ تمام امت کی حفاظت فرمائے، آمین۔

فریضۂ ستر پوشی:

مذہبِ اسلام اور شریعتِ محمدی نے تمام شیطانی راستے اور دجالی شرور وفتن کے دروازوں کی طرح اس راستے اور دروازہ کو بھی بند کرنے کے لئے ایمان کے بعد ستر پوشی کو فرض قرار دیا، نماز، روزہ اور تمام ارکانِ اسلام بعد میں لباس پہلے فرض وواجب ہے۔

لباس کے آداب:

(۱) نیا لباس پہنتے وقت اللہ تعالیٰ کی تعریف اور حمد بیان کرے (دعا پڑھے) خلیفہ ثانی حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب کوئی شخص نیا لباس پہنے تو اس کو چاہئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق یہ دعا پڑھے: "اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ کَسَانِیْ مَا اُوَارِیْ بِہٖ عَوْرَتِیْ وَاَتَجَمَّلُ بِہٖ فِیْ حَیَاتِیْ۔" (اللہ تعالیٰ کا شکر واحسان ہے جس نے ایسا لباس عطا فرمایا جس سے میرا بدن بھی چھپ جاتا ہے اور میری زندگی میں زیبائش بھی حاصل ہوتی ہے)۔

(معارف القرآن، ج۳،ص:۵۳۵،۵۳۶)

(۲) نیا لباس بنانے کے وقت پرانا لباس فقراء اور مساکین پر صدقہ کردے، کیوں کہ حضرت نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص نیا لباس پہننے کے بعد پرانا جوڑا غریب ومسکین کو صدقہ کردے وہ اپنی موت وحیات کے ہر حال میں اللہ تعالیٰ کی ذمہ داری اور پناہ میں آ گیا۔ (ابن کثیر عن مسند احمد بحوالہ معارف القرآن ج۳/۵۳۵)

(۳) ایسا لباس ہرگز استعمال نہ کیا جائے جس سے تکبر اور غرور ٹپکتا ہو؛ کیوں کہ کسی بھی انسان کو تکبر اور گھمنڈ زیبا نہیں اور اگر کوئی نادان اور بے وقوف اپنی حماقت کا ثبوت دیتے ہوئے غرور کا ارتکاب کرتا ہے تو حدیث ہے:

"کُل مَا شِئتَ وَالبَس مَا شِئتَ مَا اَخطَئَتکَ اثنَتَانِ: سَرَفٌ وَمَخِیلَۃٌ۔"

(صحیح البخاری، ج:۲، ص:۶۸۰)

ترجمہ: "جو چاہو کھاؤ اور جو چاہو پہنو (البتہ) دو چیزیں تمہیں خطا اور گناہ میں مبتلا نہ کریں: (۱) فضول خرچی، (۲) تکبر اور گھمنڈ۔"

(۴) لباس اختیار کرنے میں تنعم واسراف سے اجتناب کرے؛ کیوں کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "اِنَّ المُبَذِّرِینَ کَانُوا اِخوَانَ الشَّیٰطِینِ۔" (بنی اسرائیل:۲۷) فضول خرچی اور اسراف کرنے والے شیطانوں کے چیلے ہیں۔

(۵) دشمنانِ اسلام یہود ونصاریٰ اور کفار و مشرکین کے لباس سے اجتناب کلی ہونا چاہیے؛ کیوں کہ اُس کو اختیار کرنے میں اُن کی مشابہت ہوگی جس سے بڑی شدومد کے ساتھ باز رکھا گیا اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "مَن تَشَبَّہَ بِقَومٍ فَھُوَ مِنھُم۔" (مسند احمد ابن حنبل، ج:۲، ص:۵۰) جو بندۂ خدا کسی جماعت اور قوم کی شباہت اپنائے گا وہ اسی میں سے ہے یعنی قیامت میں اُسی قوم کے ساتھ اٹھے گا۔

(۶) تہہ بند یا اس کی جگہ استعمال ہونے والا کوئی بھی کپڑا (پائجامہ وغیرہ) نصف پنڈلی تک ہو یا کم از کم ٹخنوں سے اوپر ہو، کیوں کہ ٹخنوں سے نیچے لٹکانے پر بڑی سخت وعید ہے ارشادِ نبوی ہے: "مَا اَسفَلَ مِنَ الکَعبَینِ مِنَ الاِزَارِ فِي النَّارِ" (بخاری شریف) ٹخنوں کا جو حصہ ازار کے نیچے رہے گا وہ حصہ جہنم میں جائے گا۔

(۷) ریشمی کپڑا مردوں کو استعمال کرنا جائز نہیں ہے، اس سے بچنا چاہیے، حدیث نبوی ہے: "قَالَ رَسُولُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَسَلَّمَ اِنَّمَا یَلبَسُ الحَرِیرَ فِي الدُّنیَا مَن لَا خَلَاقَ لَہٗ فِي الآخِرَۃِ۔" (بخاری ومسلم) فرمایا جو شخص دنیا ہی میں ریشم کا کپڑا پہنے گا کل قیامت میں اس کا کوئی حصہ نہیں ہوگا۔

(۸) خالص سرخ اور زرد لباس مردوں کے لئے غیر مناسب اور مکروہ ہے، فتاویٰ شامی میں ہے: "کُرِہَ لُبسُ المُعَصفَرِ وَالمُزَعفَرِ الاَحمَرِ وَالاَصفَرِ لِلرِّجَالِ۔" (فتاویٰ دار العلوم، ج:۱۶، ص:۱۴۷، بحوالہ الدر المختار مع رد المحتار)

(۹) مرد عورتوں کا لباس اور عورتیں مردوں کا لباس استعمال نہ کریں؛ کیوں کہ ایسا کرنے والے نبی کی بددعا کے مستحق ہوں گے حدیث ہے: "لَعَنَ النَّبِيُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَسَلَّمَ المُتَخَنِّثِینَ مِنَ الرِّجَالِ وَالمُتَرَجِّلَاتِ مِنَ النِّسَاءِ وَقَالَ اَخرِجُوھُم مِن بُیُوتِکُم۔" (بخاری شریف رقم الحدیث:۷۴۵۵)

ترجمہ: "اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کی مشابہت اختیار کرنے والے مردوں اور مردوں کی شباہت اختیار کرنے والی عورتوں پر لعنت فرمائی اور فرمایا کہ: اے مسلمانو! تم ایسے لوگوں کو اپنے گھروں سے نکال دو۔"

(۱۰) ایسا لباس جو جسم اور بدن سے چپکا ہوا ہو اور بہت زیادہ چست ہو ایسے لباس سے مردوں اور عورتوں دونوں کو بچنا چاہیے بالخصوص عورتوں کو، کیوں کہ حدیث پاک میں ایسے لباس والی عورتوں کو لباس سے عاری اور برہنہ کہا گیا ہے جن کے لئے دوزخ کی وعید ہے: "نِسَاءٌ کَاسِیَاتٌ عَارِیَاتٌ۔" (مسلم شریف:۸۲۱۴) دوزخ میں ایسے ایسے لوگ جائیں گے جن میں وہ عورتیں بھی ہیں جو کپڑا پہننے کے باوجود ننگی ہوں گی۔

(۱۱) اتنا باریک لباس جس میں جسم کے اعضاء نظر آتے ہوں عورتوں کے لئے ایسا لباس بالکل جائز نہیں، اور مردوں کو لنگی یا پائجامہ ایسا پہننا جائز نہیں البتہ دوسرے کپڑے باریک ہوں تو مضائقہ نہیں کیوں کہ مردوں کا ستر صرف تہہ بند یا پائجامہ سے چھپ جاتا ہے۔

(فتاویٰ دار العلوم، ج:۱۶، ص:۸۴۱)

(۱۲) مرد اور عورت ہمیشہ ایسا لباس وملبوس استعمال کریں جو ان کی جنس کے اعتبار سے خوبصورتی اور زینت کا سبب بنے اور ایسا لباس ہرگز اختیار نہ کریں جس میں بے ہودگی اور حماقت ٹپکتی ہو؛ کیوں کہ ارشادِ باری تعالیٰ: "یٰبَنِي آدَمَ خُذُوا زِینَتَکُم عِندَ کُلِّ مَسجِدٍ" کی تفسیر میں (باقی صفحہ 16 پر)

مجھے ڈر لگ رہا ہے...!

حضرت مولانا زاہد الراشدی مدظلہ

آج کچھ ایسے مسائل پر ہلکا پھلکا تبصرہ پیش خدمت ہے جو عام مجلسوں میں زیر بحث رہتے ہیں اوران پر طرح طرح کے خدشات وتحفظات کا اظہار دیکھنے میں آتا ہے۔

۱:... وزیراعظم عمران خان کی پالیسیوں کے بارے میں اکثر بات ہوتی ہے جس کے بارے میں میرا خیال یہ ہے کہ وہ ذاتی طور پر قومی مسائل کے حوالہ سے کچھ کرنا چاہ رہے ہیں جس کے لئے وہ مخلص بھی دکھائی دیتے ہیں اور ہر طرح سے ہاتھ پاؤں بھی مار رہے ہیں، ان کے اہداف کے صحیح یا غلط ہونے کی بات اپنی جگہ مگر وہ جو کچھ بھی کرنا چاہتے ہیں اس کے لئے نہ ان کے پاس موزوں ٹیم ہے اور نہ ہی وہ کوئی مناسب ہوم ورک رکھتے ہیں۔ ان سے جو کام لینے کی کوشش کی جارہی ہے وہ اس کے لئے ذہنی طور پر تیار نہیں ہیں اور جو کام کرنے کی وہ خود کوشش کر رہے ہیں ان کے اردگرد کا ماحول اور پس پشت تناظر اسے قبول نہیں کر رہا۔ اب تک جو صورتحال ہے مجھے وہ ”نے ہاتھ باگ پر ہے نہ پا ہے رکاب میں“ کا مصداق دکھائی دے رہی ہے اور میں اس دن سے ڈر رہا ہوں جب یہ دونوں ماحول خدانخواستہ آمنے سامنے ہوجائیں گے۔ اللہ تعالیٰ وطن عزیز کو ایسی کسی آزمائش سے محفوظ رکھیں، آمین یا رب العالمین۔

۲:... مولانا فضل الرحمان ایک درست موقف پر ڈٹے ہوئے ہیں اور اس کے لئے نوابزادہ نصر اللہ خان مرحوم ومغفور کی روایت زندہ کرنے کی جدوجہد میں مصروف ہیں۔ مجھے ان کے اس موقف سے اتفاق ہے کہ قومی خودمختاری اور دستور کی بالادستی کا ناگزیر تقاضہ ہے کہ قومی پالیسیوں کو بین الاقوامی ایجنڈے کی گرفت سے آزاد کرایا جائے، تمام ریاستی ادارے اپنی حدود میں دستور کے مطابق فرائض سرانجام دیں اور ایک دوسرے پر اثر انداز ہونے کی روش ترک کر دیں۔ یہ دستور کا تقاضہ ہے، قومی وحدت کا تقاضہ ہے اور ملکی سالمیت کا تقاضہ بھی ہے، جبکہ قومی خودمختاری کے لئے تو اسے ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت حاصل ہے۔ مگر مولانا فضل الرحمان کے گرد بھی کوئی ایسی ٹیم دکھائی نہیں دے رہی جو ان قومی تقاضوں کے حوالے سے ان کا دست و بازو بن سکے۔ میں نے گزشتہ ایک کالم میں عرض کیا تھا کہ یہ صرف سیاسی قوتوں کی باہمی محاذ آرائی نہیں ہے بلکہ قومی خودمختاری اور دستوری بالادستی کی جدوجہد ہے جس کے بعض مراحل ہم دیکھ چکے ہیں اور بہت سے مراحل ابھی دیکھنے باقی ہیں۔ جبکہ ہوم ورک، پیپر ورک، لابنگ اور صف بندی کے دائروں میں وہ کچھ دکھائی نہیں دے رہا جو اس جدوجہد کی بنیادی ضروریات میں شامل ہے۔ اس لئے مجھے ڈر لگ رہا ہے کہ مولانا صاحب کے گرد ”۔۔۔ رام بھلی کرے گا“ قسم کی صدائیں کہیں ان پر اثر انداز نہ ہوجائیں۔

۳:... قومی اور صوبائی بجٹ اس وقت منتخب ایوانوں، میڈیا اور عوامی حلقوں میں زیر بحث ہیں اور اس حوالہ سے کوئی نئی بات دکھائی نہیں دیتی، وہی ٹیکس، وہی مہنگائی، وہی قرضے، وہی سود، وہی پاکستانی کرنسی کی مسلسل بے قدری، اور وہی خوشنما وعدے اور تسلیاں ہیں جو کم از کم نصف صدی سے ہم اسی لب و لہجے میں سنتے چلے آرہے ہیں۔ ایک مختلف بات صرف اس وقت سنی تھی جب غلام اسحاق خان مرحوم و مغفور وفاقی وزیر خزانہ تھے اور انہوں نے ایک سال بجٹ پیش کرتے ہوئے قوم کو خوشخبری سنائی تھی کہ ملک کو سودی معیشت سے نجات دلانے کا فیصلہ ہوگیا ہے، غیر سودی معیشت کا ڈھانچہ تشکیل دیا جاچکا ہے اور اگلے سال کا بجٹ غیر سودی ہوگا۔ غلام اسحاق خان مرحوم اس کے بعد ملک کے صدر بھی بنے، ان کی یہ تقریر ریکارڈ پر موجود ہے، مگر یہ ”اگلا سال“ ابھی تک نہیں آیا اور نہ ہی اس کے کوئی امکانات دکھائی دے رہے ہیں۔ بجٹ سے قبل آئی ایم ایف سے مذاکرات کے ماحول میں اسٹیٹ بینک کے گورنر کی اچانک تبدیلی کے بعد بھی ہم اس خوش فہمی میں ہیں کہ یہ ہمارا اپنا بنایا ہوا بجٹ ہے، جبکہ مجھے ڈر لگ رہا ہے کہ خوش فہمیوں کا یہ تسلسل کہیں ہمیں غالب مرحوم کے اس یادگار شعر کا مصداق نہ بنا دے کہ:

قرض کی پیتے تھے مے اور کہتے تھے کہ ہاں
رنگ لائے گی ہماری فاقہ مستی ایک دن

۴:... ''سی پیک'' ایک اچھا منصوبہ دکھائی دیتا ہے جو مجموعی طور پر ہمارے مفاد میں بتایا جاتا ہے کہ اس سے ہمیں ترقی اور خوشحالی کے نئے راستے ملیں گے۔ یہ بات درست ہے بشرطیکہ یہ صرف تجارتی معاملات اور ماحول میں رہے۔ ہم اس کا خیر مقدم اور اس کی حمایت کرنے والوں میں شامل ہیں اور تمام تر تحفظات کے باوجود اس میں پیشرفت کے خواہاں ہیں۔ مگر ہر معاملہ کے کچھ پہلو ہوتے ہیں، ہمارے معالجین کا اصول چلا آرہا ہے کہ وہ کسی بیماری میں نسخہ تجویز کرتے ہوئے اس کے سائیڈ ایفکیٹ کو پورا کرنے کے لئے اس میں کوئی اور دوائی بھی شامل کر دیتے ہیں تا کہ معاملہ بیلنس ہو جائے۔ سی پیک سے پیدا ہونے والی عالمی تبدیلیوں کے امکانات کے حوالہ سے عالمی قوتوں کے تحفظات کو تو ہم ان کے استعماری عزائم کا حصہ ہی سمجھتے ہیں، مگر ہمارے داخلی ماحول میں سی پیک کے ساتھ جو تہذیبی اور معاشرتی ماحول دھیرے دھیرے سامنے آرہا ہے اس سے آنکھیں بند کرنا بھی ہمارے لئے ممکن نہیں ہے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ ''بادام'' بہت مفید ہوتے ہیں مگر اس کے ساتھ بسا اوقات ''کالی مرچ'' بھی شامل کرنا پڑتی ہے تا کہ توازن رہے۔ مجھے ڈر لگ رہا ہے کہ وسیع تر مفادات دکھانے والا یہ ''ہائی وے'' کہیں تحفظات کی ان ''کھائیوں'' سے ہمیں بالکل ہی غافل نہ کر دے جنہیں ''ایسٹ انڈیا کمپنی'' کے ساتھ تجارتی معاہدات کے وقت ہم بھول گئے تھے اور پھر گہری کھائیوں میں گر جانے کے بعد ان سے نکلنے کے لئے ہمیں حضرت شاہ عبد العزیز دہلویؒ کے فتویٰ کی ضرورت پڑ گئی تھی۔

(روزنامہ اسلام لاہور، ۲۱رجون ۲۰۱۹ء)

بقیہ:...... اسلامی لباس

مفسر قرآن حضرت مفتی محمد شفیع صاحب عثمانیؒ فرماتے ہیں: اس آیت میں لباس کو زینت سے تعبیر فرمایا جس سے ایک مسئلہ یہ بھی نکلتا ہے کہ نماز میں افضل اور اولیٰ یہ ہے کہ صرف ستر پوشی پر کفایت نہ کی جائے؛ بلکہ اپنی وسعت کے مطابق زینت اختیار کی جائے۔ نواسۂ رسول حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی عادت تھی کہ نماز کے وقت اپنا سب سے بہتر لباس پہنتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ: اللہ تعالیٰ جمال کو پسند فرماتے ہیں: اس لئے میں اپنے رب کے لئے زینت و جمال اختیار کرتا ہوں پھر یہ آیت کریمہ تلاوت فرماتے۔ (معارف القرآن ج:۳، ص:۳۷۵)

اور خود رب کائنات نے لباس کو ستر پوشی کا ذریعہ اور سبب بتاتے ہوئے آرائش اور زینت فرمایا ہے، ارشاد باری ہے: ''یٰبَنِیْٓ اٰدَمَ قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَیْكُمْ لِبَاسًا یُّوَارِیْ سَوْاٰتِكُمْ وَرِیْشًا۔'' (سورۃ الاعراف:۱۳)

مسائل: (۱) مرد کا ستر جس کو ہر حالت میں چھپانا فرض ہے، ناف سے گھٹنوں کے نیچے تک ہے، اس حصۂ بدن میں اسے کوئی عضو حالتِ نماز میں کھل جائے تو نماز فاسد ہو جاتی ہے اور عام حالت میں کھل جائے تو گناہ ہوگا۔ (معارف القرآن، ج:۳، ص:۴۴۵)

(۲) عورت کا تمام بدن ستر ہے؛ البتہ چہرہ، دونوں ہتھیلیاں اور دونوں قدم ستر سے مستثنیٰ ہیں، یعنی حالت نماز میں یا عام حالت میں ضرورت سے ان کو کھول دیا جائے تو نماز درست ہوگی اور کوئی گناہ بھی نہیں ہوگا؛ لیکن یہ مطلب نہیں کہ چہرہ وغیرہ کھول کر عورت غیر محرموں کے سامنے بے روک ٹوک نکلے اس کی قطعاً اجازت نہیں ہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم، ج:۱۲، ص:۶۸۱)

فائدہ: حدیث شریف میں آیا ہے کہ جس گھر میں عورت ننگے سر ہو اس گھر میں نیکی اور فرشتے نہیں آتے۔ (معارف القرآن، ج:۳، ص:۴۴۵)

(۳) ایسا لباس زیب تن کر کے نماز پڑھنا مکروہ ہے جسے پہن کر انسان اپنے دوستوں اور عوام کے سامنے جانے میں عار اور شرم محسوس کرتا ہو جیسے صرف بنیان پہن کر نماز پڑھنا۔ (معارف القرآن ج:۳، ص:۴۴۵)

(۴) نماز میں پردہ اور ستر پوشی کے علاوہ زینت اختیار کرنے کا بھی حکم ہے پس ننگے سر نماز پڑھنا، مونڈھے یا کہنیاں کھول کر نماز پڑھنا مکروہ ہے۔ (معارف القرآن، ج:۳، ص:۴۴۵)

(۵) کوٹ پتلون پہن کر اگرچہ نماز ہو جاتی ہے، مگر تشبہ بالکفار کی وجہ سے ان کا پہننا مکروہ و ممنوع ہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم، ج:۱۲، ص:۳۵۱)

(۶) جس علاقہ میں جس لباس کا رواج ہو عورتوں کو اس کے پہننے میں کوئی شرعی ممانعت نہیں ہے؛ البتہ کوئی بھی لباس ہو یہ ضروری ہے کہ کشف عورت اس میں نہ ہو اور عورتوں کے لئے افضل وہ لباس ہے جس میں ستر (پردہ) زیادہ ہو جیسے کرتا، پاجامہ اور اوڑھنی۔ (فتاویٰ دارالعلوم، ج:۱۲، ص:۸۵۱)

(۷) سر پر ٹوپی کی جگہ کوئی چھوٹا سا رومال یا کپڑا باندھ کر نماز پڑھنا مکروہ اور بے ادبی ہے۔ (معارف القرآن، ج:۳، ص:۴۴۵)

(۸) جس لباس میں واجب الستر اعضاء کا حجم اور بناوٹ نظر آتی ہو، مرد اور عورت دونوں کے لئے حرام ہے اور اس کی طرف دیکھنا بھی حرام ہے، اور مروجہ لباس میں اس قباحت کے علاوہ کفار کے ساتھ مشابہت بھی ہے، اس لئے جائز نہیں۔ (احسن الفتاویٰ، ج:۸، ص:۶۸، کتاب الحظر والاباحۃ)

تھالی کا بینگن

قصہ ایک جھوٹے مدعی نبوت کا

الحاج اشتیاق احمد مرحوم

قسط:۱۸

مرزا اپنی بیوی کو ام المومنین کہلاتا تھا، اس سلسلے میں مرزا قادیانی کا بیان پڑھ لیں:

”ام المومنین کے لفظ پر اعتراض کیا جاتا ہے، اعتراض کرنے والے بہت کم غور کرتے ہیں اور اس قسم کے اعتراض بناتے ہیں کہ وہ صرف کینہ اور حسد کی بنا پر کئے جاتے ہیں، ورنہ نبیوں کی بیویاں اگر امہات المومنین نہیں ہوتیں تو کیا ہوتی ہیں؟ اللہ تعالیٰ کی سنت اور قانون قدرت سے بھی پتا لگتا ہے کہ کبھی کسی نبی کی بیوی سے کسی نے شادی نہیں کی، ہم ان لوگوں سے جو اعتراض کرتے ہیں کہتے ہیں کہ ام المومنین کیوں کہتے ہو؟ پوچھنا چاہئے کہ تم بتاؤ جو مسیح موعود تمہارے ذہن میں ہے اور جس کے بارے میں تم کہتے ہو کہ وہ آکر نکاح کرے گا، کیا اس کی بیوی کو ام المومنین کہوگے یا نہیں؟“

اوپر خط کشیدہ الفاظ کو پھر پڑھیں اور ساتھ ہی یہ نوٹ کریں کہ مرزا جی کے مرنے کے بعد ان کی بیوی سے مرزا جی کے ایک امتی ان کے خلیفۂ اول حکیم نورالدین نے نکاح کرلیا۔ اس امت کی ماں کو اپنے بیٹے سے اور بیٹے کو اپنی ماں سے نکاح کرتے شرم بھی نہ آئی اور یہ خلیفہ بھی کیا تھا کہ من پسند عورت سے خواہ وہ اس کی ماں کی تھی، شادی کرکے اپنے جھوٹے نبی کی تذلیل اور تکذیب سے باز نہ آیا۔

اس طرح مرزا قادیانی نے اپنے ۳۱۳ صحابی بھی بنا ڈالے تھے۔ مرزا کا بیٹا اپنی کتاب ”سیرت المہدی“ جلد سوم صفحہ ۱۲۸ پر لکھتا ہے:

”جب مسیح موعود (یعنی مرزا) نے ۳۱۳ اصحاب کی فہرست تیار کی تو بعض دوستوں نے خطوط لکھے کہ حضور ہمارا نام بھی اس فہرست میں درج کیا جائے یہ دیکھ کر ہمیں بھی خیال پیدا ہوا کہ حضور سے پوچھیں آیا ہمارا نام درج ہوگیا ہے یا نہیں، تب ہم تینوں برادران مع مفتی عبدالعزیز صاحب حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے اور پوچھا، اس پر حضور نے فرمایا: میں نے آپ کے نام پہلے ہی درج کئے ہوئے ہیں مگر ہمارے ناموں کے آگے مع اہل بیت کے الفاظ بھی زائد کئے تھے۔“

مرزا قادیانی نے تین سو تیرہ لوگوں کو اپنا صحابی بنالیا، ان کی فہرست بنائی، لیکن کوئی ان مرزائیوں سے پوچھے ان تین سو تیرہ نے کون سا کارنامہ انجام دیا تھا، مرزا کے ساتھ کون سی جنگ میں حصہ لیا تھا، اس لئے کہ تین سو تیرہ کا ہندسہ اصحاب بدر کے لئے خاص ہے، انہوں نے غزوۂ بدر میں شرکت کی تھی، اپنی جانیں قربانی کے لئے پیش کی تھیں۔ ایک ہزار کافروں سے لڑے تھے، اب جو زبانی ۳۱۳ صحابی بنے تھے انہوں نے کیا کیا تھا؟ ہمارا مرزائیوں سے یہ سوال ہے۔ مہربانی کرکے ان کا کوئی بڑا ہی ہمیں اس بارے میں اپنا جواب سنادے۔

لیکن یہ بازو ہمارے آزمائے ہوئے ہیں ان شاءاللہ! کوئی جواب نہیں آئے گا۔

آئینہ:

اب ہم مرزا کے جھوٹا ہونے کا ثبوت پیش کرتے ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں:

عورت نبی نہیں ہوسکتی۔ مرزا لکھتا ہے: ”میں مریم ہوں۔“ نبی شاعر نہیں ہوتا۔ مرزا شاعر بھی تھا، اس کی شاعری کی کتاب کا نام ”درثمین“ ہے۔ کوئی نبی مصنف نہیں ہوتا۔ مرزا قریباً ۱۰۰ کتابوں کا مصنف تھا۔ نبی کامل عقل اور کامل حافظے کا مالک ہوتا ہے۔ کامل شعور کا مالک ہوتا ہے۔ جبکہ مرزا کی تحریروں سے ثابت ہے کہ اسے جنون تھا، حافظہ ناقص تھا اور شعور کا یہ عالم تھا کہ راکھ سے روٹی کھاتا تھا، ایسا کوئی بے عقل ہی کرسکتا ہے۔ نبی کا دنیا میں کوئی استاد نہیں ہوتا۔ مرزا کی اپنی تحریروں کے مطابق اس کے تین استاد تھے۔ ان میں سے ایک صحابہ (رضی اللہ عنہم) کو گالیاں دیتا تھا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت کا دعویٰ کرنے والا جھوٹا ہے۔

مرزا نے دعویٰ کیا کہ میں نبی ہوں اور رسول ہوں۔ مجھ پر وحی آتی ہے۔ مرزا پر وحی لانے والے فرشتے کا نام ٹیچی ٹیچی تھا۔ یہ اس نے خود لکھا ہے۔ نبی ملازم یا نوکر نہیں ہوتا جبکہ مرزا نے انگریز کی نوکری کی۔ نبی جہاں فوت ہوتا ہے وہیں دفن ہوتا ہے۔ مرزا لاہور میں مرا، قادیان میں دفن ہوا۔ پیش گوئی اس کی روضۂ نبوی میں دفن ہونے کی تھی۔ یہ خود کو عیسیٰ اور مسیح کہتا ہے۔ حالانکہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام بن باپ کے پیدا ہوئے اور مرزا کا باپ تھا۔ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام نے ماں کی گود میں باتیں کیں اور مرزا سے ایسی کوئی بات سرے سے ثابت نہیں۔

سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کا اخلاق بہت بلند تھا، آپ اخلاق کا مثالی نمونہ تھے، جبکہ مرزا دوسروں کو گالیاں دیتا نہیں تھکتا تھا، اس کی کتابیں گالیوں اور لعنت کے الفاظ سے بھری پڑی ہیں۔ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کا قد درمیانہ تھا۔ مرزا کا قد اس کے الٹ تھا۔ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کا کھانا بہت سادہ اور مقدار میں بہت کم ہوتا تھا۔

مرزا نے خوب بھنے مرغ کھائے، انڈے اڑائے، کھانے کی ایسی خواہش تھی کہ راکھ تک سے روٹی کھائی، افیون بھی کھائی اور شراب بھی پی۔

سیدنا عیسیٰ علیہ السلام نے اللہ کے حکم سے مردوں کو زندہ کیا۔ مرزا زندوں کو مارنے کی فکر میں رہتا تھا۔ بہت سے لوگوں کے مرنے کی پیش گوئیاں کیں، ان کے مرنے کی دعائیں کیں، وظیفے پڑھے اور پڑھوائے، لیکن ہر بار ناکام و نامراد رہا۔ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام قیامت کے قریب آسمان سے اتریں گے۔ مرزا کو یہ کہاں نصیب! سیدنا عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے دمشق کی مسجد کے مینار پر اتریں گے، آپ اپنے نیزے سے دجال کو قتل کریں گے، نیزے کی نوک پر لگا ہوا خون لوگوں کو دکھائیں گے اور فرمائیں گے: لوگو! میں نے دجال کو قتل کر دیا ہے۔

مرزا نے تو ان کے آسمان سے نازل ہونے ہی کا انکار کیا ہے، خود قادیان میں دفن ہوا اور ساری عمر کبھی کسی نیزے کو ہاتھ تک نہیں لگایا۔ عیسیٰ علیہ السلام صلیب کو توڑیں گے یعنی صلیب پرستی کو ختم کریں گے۔

مرزا نے کسی عیسائی کو مسلمان نہیں کیا بلکہ اس نے تو عیسائیوں کی تعریفوں کے پل باندھے ہیں۔ جو یہودی بچ جائیں گے چن چن کر قتل کر دیئے جائیں گے۔

مرزا نے کسی یہودی کو قتل نہیں کیا۔ کسی یہودی کو کوئی چیز پناہ نہیں دے گی یہاں تک کہ درخت اور پتھر بھی پناہ نہیں دیں گے اور پکار کر کہیں گے: اے مسلمان! یہ میرے پیچھے ایک یہودی چھپا ہوا ہے، اسے قتل کر دے۔ مرزا کے زمانے میں یہودی آرام سے زندگی بسر کرتے رہے، ایک واقعہ بھی ایسا نہیں ہوا۔ ہوا ہے تو مرزا کی اپنی کتب ہی سے ثابت کردیں۔ اس وقت اسلام کے سوا باقی سب مذاہب مٹ جائیں گے۔

مرزا نے تو خود اسلام میں رخنے ڈالے، انگریزوں کا ساتھ دیا، ان کی تعریفیں کیں۔ اس وقت جہاد موقوف ہوجائے گا، یعنی ختم ہوجائے گا، اس لئے کہ کوئی کافر ہی نہیں بچے گا تو جہاد کس سے کیا جائے گا؟ مرزا کے زمانے میں دنیا کافروں سے بھری رہی پھر بھی اس نے جہاد کو حرام قرار دیا، اس نے کہا:

چھوڑ دو اے دوستو! اب جہاد کا خیال
اب یہاں حرام ہے جنگ اور قتال

سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے دور میں مال اور دولت اتنی عام ہوجائے گی کہ کوئی لینے والا نہیں ہوگا۔

مرزا نے تنگدستی میں اضافہ کیا، لوگ بھوکے مرنے لگے اور مرزا چندے جمع کرتا رہا، اس نے کہا: جو مجھے چندہ نہیں دے گا وہ میرے جماعت سے خارج ہوجائے گا۔

سیدنا عیسیٰ علیہ السلام مقام فج الروحاء میں تشریف لے جائیں گے۔ مرزا نے اس مقام کا نام بھی نہیں سنا۔ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام حج یا عمرہ یا دونوں کریں گے، جبکہ مرزا نے حج کیا نہ عمرہ۔ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام قرآن اور حدیث پر عمل کریں گے اور لوگوں کو بھی ان پر چلائیں گے۔ مرزا احادیث کو ردی کی ٹوکری میں ڈال دیتا تھا۔

سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں ہر قسم کی برکتیں نازل ہوں گی۔ مرزا کی زندگی میں آفات نازل ہوئیں۔ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں برکات اس قدر ہوں گی کہ ایک انار یا ایک سیب اتنا بڑا ہوگا کہ پوری ایک جماعت کے لئے کافی ہوجائے گی۔

مرزا کی زندگی میں ایسی کوئی بات نہیں ہوئی۔ کوئی زہریلا جانور کسی کو نقصان نہیں پہنچائے گا۔ مرزا کی زندگی میں زہریلے جانور بدستور لوگوں کو ڈستے رہے۔ ساری زمین امن وامان سے بھر جائے گی۔ مرزا کی زندگی میں کہیں امن چین نظر نہیں آیا۔ لوگ صدقات وغیرہ وصول نہیں کریں گے کیونکہ مال کی زیادتی ہوگی۔ مرزا تو خود چندے جمع کرتا رہا۔ لہٰذا مرزا بالکل جھوٹا تھا، وہ دعوے کرتا رہا کہ میں مسیح ہوں، میں مسیح موعود ہوں، میں ہی عیسیٰ ہوں۔ استغفر اللہ!! (جاری ہے)

دعوت وتبلیغ اور حضرت حاجی عبدالوہاب صاحب رحمۃ اللہ علیہ

بیان: حضرت مولانا محمد طارق جمیل مدظلہ

تبلیغ کا کام حضرت مولانا محمد الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ۱۹۲۶ء میں شروع کیا، نظام الدین کی ایک چھوٹی سی بستی میں چھوٹی سی (بنگلہ والی) مسجد تھی، دلی کا قبرستان بھی وہیں تھا، ہمایوں کا مقبرہ بھی وہیں ہے، میں دو دفعہ گیا ہوں وہاں، بہت بڑا قبرستان ہے۔ نظام الدین اور دلی آپس میں مل گئے ہوں گے، پہلے کچھ فاصلہ تھا، بیچ میں ایک الگ بستی تھی نظام الدین اولیاء۔ مولانا محمد الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے والد مولانا اسماعیل صاحب تھے، انہوں نے کاندھلہ چھوڑ کر نظام الدین کی بستی میں ڈیرہ لگالیا تھا۔ اُنہوں نے پہلے میواتیوں سے دوستی لگائی۔ حقہ تازہ کرکے راستہ میں بیٹھ جاتے تھے، کہتے: بھائی حقہ پیو اور اُن سے کہتے کہ تم لوگ کہاں جارہے ہو؟ وہ کہتے کہ ہم دہلی مزدوری کرنے جارہے ہیں، کتنے پیسے لیتے ہو؟ کہنے لگتے: دو آنے۔ کہا کہ دو آنے میں دیتا ہوں اور میرے پاس مزدوری کرو، تو وہ بنگلہ والی مسجد میں آجاتے، تو حضرت اُن کو وضو سکھاتے، نماز سکھاتے، ضروریاتِ دین سکھاتے تھے، یہاں سے میواتی قوم اور اس گھرانے کا تعلق شروع ہوا، ان کے انتقال کے بعد ان کے بیٹے مولانا محمد صاحب جو پہلی بیوی سے تھے، وہ تشریف فرما ہوئے، وہ بیس برس رہے، اُن کا ۱۸۹۸ء میں انتقال ہوا، پھر مولانا محمد الیاس صاحب نے ۱۹۲۶ء میں تبلیغ کا کام شروع کیا اور بالکل سمجھ میں آنے والی بات نہ تھی عوام کے لئے بھی اور خواص کے لئے بھی، ابتدا میں نہ اپنوں نے تائید کی نہ غیروں نے تائید کی، کسی نے بھی اس کو قبول نہیں کیا، فکراً اور ذہنی طور پر اس ترتیب اور محنت کو سب نے رَدّ کردیا، سوائے دو شخصیات کے ایک مفتی کفایت اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور دوسرے مولانا حسین احمد مدنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ، وہ بھی صرف اتنا کیا کہ بات آپ کی ٹھیک ہے، کرے گا کون؟ یعنی ان حضرات کی صرف ذہنی تائید تھی بس۔

لیکن آخر زمانہ میں دین کو زندہ کرنا اللہ کو منظور تھا، اس سے پہلے جتنے دین کے کام چل رہے تھے، ان میں بڑے کام دو تھے: ایک مدارس دوسرا خانقاہ۔ مدارس اور خانقاہیں صرف طلب والوں کے لئے تھے، بے طلبوں کے لئے آج کے دور میں بھی نہ کسی مدرسہ میں کوئی گنجائش ہے، نہ خانقاہ میں کوئی گنجائش ہے، جو طلب لے کر آتا ہے، جو سیکھنا چاہتا ہے اس کے لئے مدرسہ میں گنجائش ہے اور مخصوص عمر ہے، ہر عمر میں نہیں آسکتا۔ اور تصوف میں بھی ایسا ہی ہے، جو اِستفادہ کرنا چاہتا ہے، اور اس کے اندر طلب ہے وہی خانقاہی نظام میں چل سکتا ہے، لیکن اُس وقت طلب والا معاملہ بہت ٹھنڈا پڑ چکا تھا اور بے طلب لوگ بہت زیادہ تھے، اور انگریز کی سو سالہ حکومت نے دین سے ویسے ہی فاصلے پیدا کردیئے تھے تو اللہ تعالیٰ نے مولانا محمد الیاس صاحب کو یہ رُخ سمجھایا کہ خود چل کر جاؤ، یہ سارا کام اِلہام ہوا، تو میواتیوں پر حضرت نے سب سے پہلے محنت شروع کی، پھر اُن میواتیوں نے دوسروں پر، ان پڑھ لوگ میواتی۔ جس جماعت کو مولانا الیاس صاحب نے حضرت تھانوی کے پاس بھیجا تھا، اس کے ایک صاحب جنہوں نے لمبی عمر پائی زندہ رہے میں نے ان کی زیارت کی ہے، میاں جی دین محمد میواتی تھے۔ وہ ایسے داعی تھے جو اللہ سے ہونے کو بولتے تھے تو دل ہلا کر رکھ دیتے تھے، وہ قصور کے پاس رہتے تھے، لیکن پتوکی تک اپنے گدھے پر جایا کرتے تھے، لاہور جاتے تھے اپنے گدھے پر، ساری زندگی کھوتے کی سواری کی۔ وہ فرمایا کرتے تھے، ان سے میں نے کارگزاری سنی تو انہوں نے بتایا کہ حضرت تھانوی کے پاس سارے ہی اندر بڑھ گئے اور داخل ہوگئے، پندرہ بیس تھے ہم لوگ، مولانا تھانوی صاحب ہمیں دیکھ کر گھبرا گئے کون لوگ ہو؟ کہا کہ ہم دین سیکھنے کے لئے آئے ہیں، تو حضرت تھانوی صاحب ناراض ہوگئے رحمہ اللہ۔ فرمایا:

دین یوں سیکھا جاتا ہے؟ وہ تو بڑے نازک مزاج تھے، فوری ٹوکنا اور فوری تبلیغ کرنا، ان کا ایک خاصہ تھا جو انہی کو تھا، نہ یہ طرز عام ہوسکتا ہے نہ ہوا نہ آگے چلا۔ وہ تو فوری پکڑ فرماتے تھے، تو انہوں نے سب کو ڈانٹ دیا کہ یوں دین سیکھا جاتا ہے؟ خیر! انہوں نے تو چپ ہی رہنا تھا، تو مسجد میں بیٹھ گئے، عصر کے بعد جب گشت ہوا تو اس میں حضرت تھانوی نے جستجو کے طور پر تجسس کے طور پر.... مولانا ظفر احمد تھانوی (عثمانی) اعلاء السنن والے وہ حضرت تھانوی کے بھانجے بھی تھے اور خلیفہ بھی تھے، اُن کو کہا کہ ان کے ساتھ جاؤ، اُس وقت عمومی گشت میں کلمہ پڑھتے تھے اور کہتے تھے بھائی: آپ بھی کلمہ سنادو تا کہ ہمارا ایمان تازہ ہوجائے۔ تو جب گشت کیا تو حضرت تھانوی کی مجلس میں روزانہ بیٹھنے والے لوگ کتنے ایسے نکلے جو کلمہ صحیح نہ پڑھ سکے، تو جب گشت کرکے واپس آئے تو مولانا ظفر احمد تھانوی (عثمانی) صاحب رحمۃ اللہ علیہ مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس گئے اور عرض کیا: حضرت! غضب ہوگیا۔ کہا کہ کیا ہوا؟ عرض کیا: آپ کی مجلس میں روزانہ بیٹھنے والے کتنے ہی لوگ ہیں، جن کا کلمہ ٹھیک نہیں ہے۔ تو مولانا تھانوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ ایک دم پریشان ہوگئے، فوراً اُٹھے اور مسجد کی طرف چل دیئے، آگے دیکھا تو درمیانی بات کا حلقہ لگا ہوا تھا، گشت کرکے آتے ہیں جو مسجد کے اندر درمیانی بات ہوتی ہے، ادھر خدمت والے روٹی بنا رہے تھے اور سالن۔ تو ان لوگوں کو دیکھ کر، مسجد کی دیوار کا سہارا لے کر، ٹیک لگا کر مولانا اشرف علی رحمۃ اللہ علیہ ایک دم کھڑے ہوگئے، میاں جی نے اپنے مخصوص انداز میں بتایا۔ جماعت کو دیکھنے لگے، کافی دیر دیکھتے رہے دیکھتے رہے، پھر کہنے لگے کہ تمہارا امیر کون ہے؟ تو کہا کہ یہ ہیں، امیر صاحب کو بلایا، اور ان کو پانچ روپے دیئے، اور فرمایا: میں تمہاری روٹی پکا نہیں سکتا، یہ میری طرف سے آپ لوگ ضیافت قبول کرو، میاں جی نے مجھے بتایا کہ: اُس وقت میں ایک روپے کی ایک من شکر آوے تھی، اور پانچ روپے میں پچاس آدمی روٹی کھاسکتے تھے، دو آنے میں تو ایک آدمی کھانا کھالیتا تھا۔ ایک آنے کی روٹی اور ایک آنے کا سالن۔

تو اللہ نے آہستہ آہستہ میوات سے کام کو نکالا، قبولیت بخشی تو عبدالوہاب صاحب رحمۃ اللہ علیہ یکم جنوری ۱۹۴۴ء کو نظام الدین پہنچے، دہلی میں ان کی نوکری لگی اور لاہور اسلامیہ کالج سے انہوں نے بی اے کیا تھا۔ شروع ہی سے مزاج فطرت میں اہل اللہ کی صحبت اور ان کی سنگت دل میں اللہ نے ڈالی تھی، یہاں رہتے ہوئے مولانا احمد علی لاہوری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے درس میں روزانہ شرکت کیا کرتے تھے، ان کے والد بڑے سیاسی آدمی تھے، راؤ عاشق حسین صاحب، انہوں نے ان کی نوکری لگوادی دہلی میں۔ تو پتا چلا کہ نظام الدین میں ایک مولوی صاحب ہیں، جو دین سکھاتے ہیں اور چوروں کو بھی گلے لگاتے ہیں، کہا کہ میں ان کو دیکھنے کے لئے گیا۔ تو یکم جنوری ۱۹۴۴ء، پہلا دن تھا عبدالوہاب صاحب کا جب وہ نظام الدین میں داخل ہوئے اور ۱۸؍ نومبر ۲۰۱۸ء اُن کا آخری دن تھا، اس میں اس بندے نے تبلیغ کے سوا ہر شے قربان کردی تھی۔ تو ایک واقعہ ہوا، استعداد تو اللہ نے پہلے ہی سے رکھی تھی اور قبولیت بھی تھی اور کام بھی لینا تھا، تو جب عبدالوہاب صاحب مولانا الیاس صاحب سے ملے، اُس وقت وہاں ایک وکیل صاحب آئے ہوئے تھے، حضرت کے معتقد؛ مولانا اسماعیل صاحب نے بہت بڑی جائیداد چھوڑی تھی، بلکہ جاگیر تھی پوری، کئی گاؤں تھے، تو وہ وکیل آکر اُن سے کہہ رہا تھا کہ حضرت! آپ صرف عدالت میں ایک دفعہ پیش ہوجائیں اور اتنا کہہ دیں کہ میں محمد اسماعیل کا بیٹا ہوں۔ باقی سارا کام میرا، اس کے بعد آپ پورے اس کیس میں ایک دفعہ بھی نہیں آئیں گے اور میں آپ کی پوری جائیداد چھڑوا کر آپ کو دلادوں گا۔ تو مولانا الیاس صاحب نے فرمایا کہ: دیکھو وکیل صاحب میں نے اپنی زندگی اس مبارک کام کو دی ہے، میں اپنی سوچ وفکر کا ایک ذرہ بھی کسی اور چیز کو نہیں دے سکتا، مجھے نہیں چاہیے، جائیداد۔ تو عبدالوہاب صاحب اللہ کی طرف سے چنے ہوئے آدمی تھے۔ پہلے دن آئے نہ تبلیغ کا پتا، نہ اس محنت کا پتا تو کہنے لگے کہ ایک دم میرے دل پر وہ بات ایسی لگی، میں نے کہا کہ عبدالوہاب تو بھی ایسا بن کر دکھا کہ اس مبارک کام کے لئے تیری سوچ اسی کی طرح ہوجائے ایسا ہی مجھے خیال آیا۔ اس خیال کو وجود میں لانے کے لئے انہوں نے چوہتر برس لگادیئے اور صرف چھ مہینے مولانا الیاس صاحب کی صحبت نصیب ہوئی، آخری چھ مہینے، لیکن ان کی مثال تھی حضرت ابوہریرہؓ جیسی کہ مولانا انعام الحسن صاحب تو بچپن سے موت تک ساتھ رہے، مولانا سعید احمد خان صاحب چار برس ساتھ رہے اور ان کے ساتھ ہی مولانا الیاس صاحب کے ساتھ لمبا لمبا

زمانہ صحبت کا پایا۔ عبدالوہاب صاحب نے صرف چھ ماہ پائے۔ لیکن ان سب سے زیادہ مولانا الیاس صاحب کی باتیں عبدالوہاب صاحب سنایا کرتے تھے، مولانا انعام الحسن صاحب کی تو ویسے ہی عادت بہت کم بولنے کی تھی، مولانا سعید احمد خان صاحبؒ کے ساتھ میں بارہ برس رہا، عبدالوہاب صاحب کے ساتھ پچاس برس رہا، عبدالوہاب صاحب؛ مولانا الیاس صاحب کی اتنی باتیں سناتے تھے تو مجھے حضرت ابو ہریرہؓ یاد آجاتے تھے کہ جو آئے سب سے آخر میں، آخری صحابہؓ میں ہیں اور سب سے زیادہ حدیثیں حضرت ابو ہریرہؓ کی طرف سے منقول ہیں، وہ اصحاب صفہ میں جا بیٹھے، نہ کھانے کی پرواہ نہ گھر کی پرواہ، وہ سارا دن بس منتظر رہتے تھے۔

مولانا سعید احمد خان صاحب کو دیکھنے کے بعد مجھے سخاوت سمجھ میں آئی، میں اپنے آپ کو بڑا سخی سمجھتا تھا، پر اُن کو دیکھ کر پتا چلا کہ میں تو بہت بخیل ہوں، وہ کیا سخاوت تھی۔ میں نے ایسا سخی کبھی زندگی میں نہیں دیکھا۔ جب ان کو سعودیہ سے نکال دیا تھا، تو وہ رائے ونڈ آئے، تو عبدالوہاب صاحب نے احتراماً اپنے کمرہ میں اُن کا بستر ڈلوادیا، عبد الوہاب صاحب، صاحب حال آدمی تھے۔ ایسے آدمی کروڑوں میں ایک اللہ چنتا ہے، جن سے کوئی کام لیتا ہے، اسے اس کام کے بیچ میں کوئی چیز نہ آسکتی ہے نہ جاسکتی ہے۔ زندگی میں ایسا شخص آپ نہ دیکھیں گے، اگر آپ نے ان کو قریب سے دیکھا ہے۔ میری آنکھوں نے ایسا انسان نہ دیکھا ہے نہ دیکھیں گی۔ تبلیغ ان کا حال تھا اور میں کہتا تھا کہ کسی حال والے کو دیکھنا ہے تو اس ہستی کو دیکھو۔ تو مولانا سعید احمد خان صاحب آئے تو جا کر عربوں کے کمرہ میں ڈیرہ ڈال دیا، تو بڑی تیزی کے ساتھ اُن کے لئے ایک الگ کمرہ بنایا گیا، جس میں پھر وہ تشریف فرما ہوتے تھے، تو ان کا دسترخوان چوبیس گھنٹے چلتا تھا، چوبیس گھنٹے۔ کوئی کمائی نہیں ہے، کوئی کاروبار نہیں ہے، تو بخیل نہ بنو سخی بنو۔

تو ۱۹۴۴ء میں مئی یا جون کے مہینہ میں مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال ہوا، ان کے بعد مولانا یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ امیر بنے اور حیرت کی بات ہے کہ مولانا یوسف صاحب کو امیر بننے تک انہیں تبلیغ کے کام کا شرح صدر نہیں تھا، بلکہ خود فرماتے تھے کہ اپنے والد کے انتقال تک مجھے سو اعتراض تھے، وہ علمی لائن کے آدمی تھے لکھنا پڑھنا یہ اُن کا مشغلہ تھا یہ ان کا ذوق تھا۔ طحاوی شریف جیسی کتاب کی شرح بائیس سال کی عمر میں لکھ دی، کمال کے آدمی تھے۔ تو مولانا یوسف صاحب جب امیر بنے تو وہ نسبت کا انتقال جو ہوتا ہے وہ اللہ نے کیا۔ مولانا محمد منظور نعمانی رحمۃ اللہ علیہ؛ شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے ملے اور ان سے کہا کہ لگتا ہے کہ مولانا الیاس صاحب کا آخری وقت ہے تو اب آگے کیا ہوگا؟ تو مولانا زکریا صاحب نے فرمایا کہ کبھی تو ایسا ہوتا ہے، جب کوئی اللہ کا بندہ دُنیا سے جاتا ہے تو اس کی جگہ لینے والا کوئی نہ کوئی تیار ہو جاتا ہے، تو وہ اس کی جگہ لے لیتا ہے۔ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ تیار نہیں ہوتا کوئی، اچانک اللہ اس کی نسبت کو کسی کی طرف منتقل کرتا ہے تو وہ اس کی جگہ لے لیتا ہے۔ تو مولانا محمد زکریا صاحب نے فرمایا کہ میں نہیں دیکھتا ہوں کہ کوئی مولانا الیاس صاحب کی جگہ لے گا، مولانا الیاس صاحب کے آخری سانس ہیں اور کوئی ایک آدمی ان کی جگہ لینے والا میری نظر میں نہیں ہے، لیکن جس طرح چچا جان نے زندگی گزاری ہے، مجھے لگتا ہے کہ اللہ ان کی اس محنت کو ضائع نہیں کرے گا اور یہاں دوسری چیز ظاہر ہوگی کہ نسبت منتقل ہوگی۔ وہ اب جس کی طرف منتقل ہوگی وہ یہ جگہ سنبھال لے گا، تو مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ان حضرات کو بلا کر فرمایا کہ مجھے ان چھ آدمیوں پر اعتماد ہے، مولانا یوسف صاحب، مولانا انعام الحسن صاحب اور مولانا احتشام الحسن صاحب، یہ تین تو آپ کے خاندان کے تھے، ایک تو بیٹے ہی تھے اور تین اور تھے، حافظ مقبول حسن صاحب، قاری داؤد صاحب، مولانا رضا الحسن۔ یہ چھ آپ کے خلفا تھے، مولانا الیاس صاحب نے فرمایا کہ مجھے ان چھ پر اعتماد ہے آپ لوگ جس کو بنانا چاہو۔

مولانا عبیداللہ سندھیؒ کا نام آپ لوگوں نے سنا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے اُن کو فراست ایسی دی تھی کہ وہ اس طرح بات کرتے تھے کہ جیسے دیکھ کر رہے ہوں، اس طرح سے کرتے تھے۔ تو وہ مولانا الیاس صاحب سے ملنے مرکز نظام الدین تشریف لائے، تو مولانا یوسف صاحب اُس وقت تبلیغ کی مخالفت کی انتہا پر تھے، باپ سے در پردہ شدید مخالفت۔ مولانا احتشام الحسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ وہ تبلیغ میں سرگرم تھے، مسلمانوں کی پستی کا واحد علاج نامی رسالہ انہوں نے لکھا ہے۔ مولانا عبیداللہ سندھیؒ تشریف لائے تو مولانا الیاس صاحب کی [illegible] کے ایام تھے، اُن کو ملانے کے لئے تھوڑی [illegible] کرایا گیا، تو وہ برآمدہ میں بیٹھ گئے۔ یہ دونوں

حضرت مولانا یوسف صاحب اور مولانا احتشام صاحب ملنے آئے تو انہوں نے مولانا یوسف صاحب کے بارے میں پوچھا کہ یہ کون ہے؟ عرض کیا گیا یہ مولانا الیاس صاحب کے بیٹے ہیں، پھر مولانا احتشام صاحب کے بارے میں پوچھا تو بتایا گیا کہ یہ مولانا الیاس صاحب کے رشتہ دار ہیں۔ مولانا سندھیؒ: مولانا احتشام صاحب کے بارے میں کہنے لگے کہ یہ تو کام نہیں کرے گا، اور مولانا یوسف صاحب کے بارے میں فرمایا کہ یہ بچہ تبلیغ کا کام کرے گا، تو مولانا الیاس صاحب کی پھر ان سے ملاقات ہوئی، اس کے بعد وہ تشریف لے گئے، تو جو لوگ بیٹھے ہوئے سن رہے تھے انہوں نے کہا کہ آج مولانا عبیداللہ سندھی صاحب نے یہ فرمایا۔ مولانا الیاس صاحب خوشی سے ایسے بستر سے اچھل رہے تھے، اچھا یہ کہا ہے؟ چوں کہ ان کی یہ فراست مشہور تھی ساری دہلی میں، اچھا یہ کہا اچھا یہ کہا؟ تو جب مولانا الیاس صاحب کے آخری سانس تھے تو انہوں نے فرمایا: یوسف آ جا گلے مل لے، مولانا یوسف صاحب کو سینہ پر لٹایا، اسی وقت کوئی اللہ کا غیبی نظام حرکت میں آیا اور نسبت منتقل ہوگئی، نسبت اہل کی طرف منتقل ہوتی ہے نا اہل کی طرف ہوتی بھی نہیں۔ کیا نسبت منتقل ہوئی، پھر وہ بندہ اکیس برس بولتا گیا، اٹھارہ اٹھارہ گھنٹے بولتے رہتے تھے۔ یہ ہی شان عبد الوہاب صاحب میں تھی اور مولانا احتشام صاحب رحمۃ اللہ علیہ.....جب مولانا یوسف صاحب کو امیر بنایا گیا تو وہ معترض ہوگئے کہ یہ تو اقربا پرستی ہے، مولانا یوسف صاحب تو تبلیغ کے خلاف تھے، تو تھوڑا سا ان کو یہ چیز چبھی کہ یہ صحیح نہیں ہے لیکن مولانا یوسف صاحب کا ساتھ دیا۔ لیکن جب مولانا انعام صاحب امیر بنے تو وہ تو بولتے ہی نہیں تھے، خاموش رہتے تھے تو پھر وہ تبلیغ سے کٹ گئے، اور تبلیغ کے خلاف رسالہ لکھا یہ شاید بہت کم لوگوں کو معلوم ہے کہ انہوں نے تبلیغ کے رد میں رسالہ لکھا۔ اس لئے اللہ تعالیٰ سے حسن سیرت بھی مانگو اور حسن خاتمہ بھی مانگو، خیر تبلیغ کی مخالفت سے کسی کا سوئے خاتمہ نہیں ہوتا، وہ تو بہت بڑے اللہ والے تھے، بڑے اہل اللہ میں سے تھے۔ بس تبلیغ کے بارے میں منقبض ہوگئے وہی مولانا عبیداللہ سندھیؒ والی بات کہ یہ بچہ کام نہیں کرے گا یہ کام کرے گا۔ تو وہ اللہ نے ثابت کرکے دکھایا۔ تو مولانا الیاس صاحب کے انتقال پر حاجی عبدالوہاب صاحب نے نوکری سے استعفیٰ دے دیا اور نظام الدین آ کر پڑ گئے تو ان کے باپ آئے اور مولانا یوسف صاحب سے کہا کہ یہ دیوانہ ہوگیا ہے، اس کو گھر بھیجو، نوکری چھوڑ دی ہے، تو مولانا یوسف صاحب نے ان کو بلایا کہ بھائی جاؤ نوکری کرو۔ ان کے باپ کو خوش کیا، وہ چلے گئے تو بلا کر کہا کہ ڈٹے رہو۔ یہ اگر ان کو نوکری پر بھیج دیتے تو آج یہ عبدالوہاب حاجی عبدالوہاب صاحب کہاں ہوتے؟ میں نے اپنی زندگی میں سب سے بڑا جنازہ جو دیکھا تھا وہ جنید رحمۃ اللہ علیہ کا تھا، جنید کا جنازہ تو بالکل چڑیا بن گیا حاجی صاحبؒ کے جنازہ کے سامنے۔ اگر سارے لوگ پہنچ جاتے جو رہ گئے ہیں تو یہ رائیونڈ کا جتنا میدان ہے، اس میں کھڑے ہونے کی جگہ نہیں ہوتی، اتنے لوگ آ رہے تھے۔ تو باپ نے ان کو پھنسانے کے لئے ان کی شادی کی اجازت چاہی، مولانا یوسف صاحب سے انہوں نے کہا کہ بھائی شادی تو کرو سنت ہے۔ شادی کی اور پہلی رات بیوی سے کہا کہ: مجھے ایک کام کرنا ہے، جب تک دنیا میں ہدایت نہ آئے، میں نے کسی کام میں نہیں لگنا تو مجھے معاف کر۔ جب کسی کام کے لئے اللہ لوگوں کو چنتا ہے، پھر ان کو اسی میں گم کر دیتا ہے۔ عبدالوہاب نہ ہوتے تو رائیونڈ کا مرکز نہ ہوتا۔ ایک آدمی کے سر پر سہرا ہے رائے ونڈ کے مرکز کا، وہ ہے محمد عبدالوہاب!

پھر نظام الدین میں ڈیرے ڈال لئے، فرمایا کرتے تھے: ایک جوڑا ہوتا تھا، وہ جب میلا ہو جاتا تھا تو میں رات کو غسل خانہ میں جا کر اسے دھوتا اور دھو کر اسی گیلے کو پہن کر آ کر مسجد میں پنکھے کے نیچے بیٹھ جاتا تھا۔ پھر پنکھے کی ہوا سے وہ جوڑا خشک ہوتا تھا، دوسرا جوڑا میرے پاس نہیں ہوتا تھا کہ میں ایک دھولوں اور ایک پہن لوں۔ (جاری ہے)

علم حاصل ہوتا ہے صحبت سے

جماعت دیوبند کے بہت بڑے محدث نے جو ملکی سیاست میں حضرت (مدنیؒ) کے کٹر مخالف تھے، ایک طالب علم سے فرمایا: تم حدیث حضرت مولانا حسین احمدؒ سے پڑھ لو، اس نے عرض کیا کہ حدیث تو میں مظاہر علوم میں پڑھوں گا۔ فرمایا: دیکھو! علم حاصل ہوتا ہے صحبت سے۔ حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کو چونکہ حضرت گنگوہیؒ کی صحبت میسر آ گئی تھی، اس لئے اللہ تعالیٰ نے ان کو یہ کمال عطا فرمایا اور حضرت مولانا مدنیؒ، حضرت گنگوہیؒ اور حضرت شیخ الہندؒ کی معیت میں ایک زمانہ تک رہے۔ اس لئے ان کا علم بہت محکم ہے۔ (حکیم عبدالجلیل دہلوی از حضرت مدنیؒ واقعات و کرامات کی روشنی میں)

نزولِ عیسیٰ علیہ السلام اور مرزائی عقیدہ!

تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء کی تحقیقاتی عدالت میں مجاہد ملت مولانا محمد علی جالندھریؒ کا تحریری بیان

قسط:۱۱

نئے مسیح موعود کی اصطلاح اور اس کی اپنی شریعت:

یہ نیا نمودار ہونے والا بزرگ۔ مسیح ابن مریم یا عیسیٰ بن مریم کی بجائے مسیح موعود کی نئی اصطلاح تراش کرے۔ (کیونکہ موعود کا لفظ اسلامی تاریخ میں کہیں نہیں ہے۔ جیسا کہ علامہ اقبال نے بھی کہا ہے) اور اپنی نئی شریعت جاری کردے۔

آنحضرت ﷺ کی کامل متابعت کا دعویٰ کرتے کرتے آپ ﷺ کی شریعت کو کامل طور پر مسخ کردے۔ جس کا نمونہ حسب ذیل ہے:

۱...... اسلام میں دو مسیحوں کی اصطلاح اور عقیدہ کا اضافہ مسیح اسرائیلی اور مسیح محمدی۔

۲...... اسلام میں بروز کا مسئلہ ایجاد کرنا مثلاً بروزی نبی، بروزی محمد، بروزی مسیح، حالانکہ اگر اصل اور اس فرضی بروزی کی روح اور جسم الگ مان لئے جائیں تو اتحاد یا ترقی یافتہ ہونے کا کوئی معنی ہی نہیں۔ اگر روح وہی پرانی مانی جائے تو یہ تناسخ کا مسئلہ بن جاتا ہے۔

۳...... اسلام میں آنحضرت ﷺ کی دو بعثتوں کا مسئلہ ایجاد کیا۔ بعثت اولیٰ جس میں آپ ہلال تھے اور آپ کا نام محمد تھا۔ بعثت ثانیہ جس میں آپ بدر کامل بن گئے اور نام آپ کا احمد ہوا۔ (یعنی غلام احمد قادیانی)

۴...... اپنے نہ ماننے والے تمام ان مسلمانوں کو کافر قرار دے دیا جو آنحضرت ﷺ کو بمعہ آپ ﷺ کے سارے دین کے مانتے تھے۔ اس طرح خود بخود دو امتیں بن گئیں۔

۵...... اور پھر اپنی امت کو حکم دیا کہ تم پر حرام اور قطعی حرام ہے کہ کسی مکفر یا مکذب یا متردد کے پیچھے نماز پڑھو۔ (تحفہ گولڑویہ) اس طرح مرزائی امت کے ساتھ دینی اتحاد کی صرف ایک ہی شکل رہ جاتی ہے کہ کوئی مسلمان مرزا کے مسیح ہونے میں شک وتردد تک نہ کرے۔ بصورت دیگر نماز اور جنازہ پھر اسی ذیل میں مساجد کی علیحدگی خود بخود ہوکر امت قطعی طور پر دو ٹکڑوں میں تقسیم ہوجاتی ہے۔ جس کو بچانے کے لئے آنحضرت ﷺ نے فرمایا تھا کہ ”صلوا خلف کل بر وفاجر“ یعنی ہر اچھے برے کے پیچھے نماز پڑھ لیا کرو۔ مطلب یہی تھا کہ گناہ کی وجہ سے کسی کے پیچھے ایسے حالات میں نماز ترک کردینا کہ جس سے فتنہ وفساد کی آگ بھڑک اٹھے، بہتر نہیں۔

۶...... اسلام کے ایک فریضہ مسئلہ جہاد کو منسوخ کرنے کا اعلان کیا اور وہ بھی انگریزی حکومت کی خاطر جیسا کہ کتاب البریہ میں تصریح ہے۔

۷...... مسلمانوں کے متفق علیہ مسئلہ حیات مسیح کا انکار کیا۔

۸...... مسلمانوں کے متفق علیہ عقیدہ معراج جسمانی کا انکار کیا۔

۹...... غیر مسلم حکومت (انگریز) کی اطاعت کو فرض قرار دیا اور ان کو اولی الامر کہا۔ جن کی دوستی اور جن کو ہمراز بنانے کی قرآن میں سخت ممانعت وارد ہے۔

۱۰...... خاتم النبیین کے بعد نبوت کا دروازہ کھول کر ہزاروں فتنوں کو دعوت دی۔

۱۱...... اسلام اور قرآن پاک کے مشہور مسئلہ ابدیت عذاب کفار کا انکار کیا۔

۱۲...... چندہ نہ دینے سے جماعت سے خارج کردینے (جس کو وہ اسلام سمجھتے ہیں) کا مسئلہ اضافہ کیا جس پر آج تک عمل ہورہا ہے۔ گویا ایک فرض کا اضافہ ہی نہیں بلکہ چندہ نہ دینا کفر قرار دیا۔ کیونکہ سلسلہ مرزائیہ ہی کو وہ اسلام قرار دیتے ہیں۔

۱۳...... وحی نبوت کا دروازہ کھولا اور وحی نبوت کو اتنا سستا کردیا کہ آج ہر مراقی ایک خواب دیکھ لینے پر الہام ووحی یا نبوت کا دعویٰ کر بیٹھتا ہے۔

۱۴...... اللہ تعالیٰ کے بارہ میں نہایت غلط عقیدے گھڑے۔ مثلاً کہ خدا کبھی اپنا ارادہ پورا کرتا ہے اور کبھی چھوڑ دیتا ہے۔ حالانکہ اسلام کا خدا فعال لما یرید ہے۔ ارادہ کر کے ترک کرنے کا معنی یہی ہوسکتا ہے کہ پہلا ارادہ غلط تھا۔ العیاذ باللہ! جو خدا علیم وخبیر، قدیر وحکیم ہے وہ ارادہ کر کے کیسے ترک کرسکتا ہے۔ اس کے سوا کتاب البریہ میں الہام لکھا ”آدا بن“ (خدا تیرے اندر اتر آیا) ←

ترجمہ بھی خود کیا اس طرح ہندوؤں کی طرح اوتار کے مسئلہ کی بنیاد رکھی یا اپنے بیٹے کے بارہ میں حقیقت الوحی میں لکھا۔ ’’کان اللّٰہ نزل من السماء‘‘ جیسے خدا آسمان سے نازل ہوگیا ہے۔

۱۵...... اسی طرح انبیاء علیہم السلام کی شان میں غلط عقیدہ رائج کیا کہ ان سے وحی کے سمجھنے میں غلطی ہوسکتی ہے۔ حتیٰ کہ آنحضرت ﷺ کی پہلی وحی کے سلسلہ میں یہاں تک لکھ مارا کہ آپ نے فرمایا مجھے ڈر ہے کہیں شیطانی مکر نہ ہو۔ (حقیقت الوحی) حالانکہ یہ بالکل غلط ہے۔ آنحضرت ﷺ نے یہ لفظ قطعاً نہیں فرمائے۔ یہ محض جھوٹ اور آنحضرت ﷺ کی توہین ہے کہ آپ ﷺ کو اپنی وحی کے بارہ میں شیطانی مکر ہونے کا اندیشہ ہوگیا ہو۔ یہ بات وہی شخص کرسکتا ہے جو پیغمبر کا درباطن دشمن ہو یا پھر پیغمبر کی شان سے کافرانہ ناواقفیت رکھتا ہو۔ پیغمبر کا پہلا قدم اولیاء کا آخری قدم ہوتا ہے۔ ’’بوزینہ چہ داند لذت ادراک‘‘ ایک جگہ مرزا نے یہاں تک لکھ مارا کہ ایک دفعہ چار سو پیغمبروں نے ایک بادشاہ کے فتح کی پیشین گوئی کی لیکن وہ غلط نکلی۔ اس میں مرزا قادیانی نے انبیاء علیہم السلام کے اعتماد کو بالکل ختم کرنے کی کوشش کی ہے۔ حالانکہ مندرجہ روایت کسی مستند قرآنی بیان یا حدیث یا اقوال سلف میں نہیں ہے اور بائبل میں جہاں سے نقل کیا ہے۔ دراصل یہ کاہنوں کا ذکر ہے۔ ایسی تحریف شدہ کتابوں سے رطب ویابس نقل کرکے یہ ثابت کرنا کہ چار سو نبیوں کا کہنا بھی غلط ہوسکتا ہے۔ حالانکہ انبیاء علیہم السلام ایسی بات اگر کہتے ہیں خدائی اطلاع کے بعد کہتے ہیں۔ جس کا غلط ہونا ناممکن ہے۔ اس طرح بھی مرزا قادیانی نے دین کا اعتماد ختم کرنا چاہا۔ اس کو اس کی ضرورت اس لئے پیش آئی کہ عبداللہ آتھم عیسائی مرزا کی پیش گوئی کے مطابق نہ مرا۔ اسی طرح محمدی بیگم والی بار بار کی وحی جھوٹی ہوئی تو مرزا قادیانی نے اپنی پیغمبرانہ ساکھ بچانے کے لئے اس عیب میں تمام پیغمبروں کو لپیٹ لیا۔

۱۶...... مرزا قادیانی نے عملاً حج منسوخ کیا۔ نہ خود حج کیا نہ اس کے خلیفہ اول نورالدین نے حج کیا۔ بلکہ اس کی جگہ دسمبر کے بڑے دنوں میں بروزی حج پہلے قادیان میں کرتے رہے۔ کیونکہ مرزا قادیانی کا فرمان تھا:

زمین قادیان اب محترم ہے
ہجوم خلق ہے ارض حرم ہے

اور اب وہ بروزی حج ربوہ میں ہوتا ہے۔

(اور اب لندن میں ہوتا ہے۔ مرتب)

۱۷...... مرزا قادیانی نے بہشتی مقبرہ کے سلسلہ میں جنت کے ٹکٹ تقسیم کئے۔ حصول جنت کے لئے ہزاروں مرزائیوں نے لاکھوں روپے خرچ کرکے وہاں جگہ لی۔ یہ کاروبار کامیاب رہا۔ جیسے کہ منارۃ المسیح کھڑا کرنے کا چندہ کامیاب رہا۔ حالانکہ یہ بات کہ زانی، شرابی، رشوت خور اور بدکار جب کسی خاص جگہ دفن کیا جائے تو اسلامی تعلیمات کی رو سے اس طرح وہ اپنے اعمال کی جواب دہی سے عہدہ برا نہیں ہوسکتا۔

۱۸...... مرزا قادیانی نے جمہور اہل اسلام کے عقیدہ مہدی اور مسیح کو ملا کر ایک کردیا۔ جمہور اہل اسلام مہدی علیہ السلام کا علیحدہ وجود تسلیم کرتے ہیں اور ان کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول، مہدی علیہ السلام کو کثیر التعداد روایات کو محض اس لئے نظر انداز کردینا کہ ان میں باہم بہت سے اختلافات ہیں۔ اسلامی اصول روایت اور نقل دین کو تبدیل کرنا ہے۔ کیونکہ اختلافات کے باوجود قدر مشترک سب میں پایا جاتا ہے۔ یعنی ایک اونچے درجے کے منتظم، حکمران اور روحانی پیشوا کے آنے پر سب روایتیں متفق ہیں جو مہدی کہلائے گا۔ چاہے تفاصیل وجزیات میں ان روایات میں باہم اختلافات ہی کیوں نہ ہوں۔ اس طرح کی روایات میں نفس مضمون جو قدر مشترک کہلاتا ہے۔ تواتر وتوارث کی وجہ سے یقیناً صحیح سمجھا جاتا ہے۔ نزول مسیح کی سینکڑوں روایات میں سے بھی بعض کا بعض سے اختلاف ہے۔ لیکن خود مرزا غلام احمد قادیانی نزول مسیح کو اسی تواتر قدر مشترک کی وجہ سے قطعی قرار دیتے ہیں۔ بات یہ ہے کہ مہدی بننے سے مرزا قادیانی کو روایات کے موافق جہاد کرکے اسلامی ممالک کا بہترین نظام قائم کرنا پڑتا۔ جس کے لئے نہ صرف وہ تیار نہ تھے اور نہ ہی وہ حالات تھے۔ جو مہدی علیہ السلام کے وقت ہونے ہیں۔ اس لئے مرزا قادیانی نے سرے سے ان کے انکار ہی میں خیر سمجھی اور اس طرح علماء کے خلاف یہ کہہ کر کہ یہ خونی مہدی کے منتظر ہیں۔ دل کی بھڑاس نکالنے اور انگریز کو اپنی جہاد دشمن مسیحیت جتانے سے خوش کرنے کا موقعہ بھی ملا۔

۱۹...... مرزا قادیانی نے مسلم ممالک کو انگریزوں کا خیر خواہ بنانے، مسلمانوں کو ان کا مستقل وفادار بنانے اور جہاد کی حرمت ومنسوخی کے سلسلہ میں پچاس الماریاں لکھ کر اسلام میں جراثیم غلامی کی تخم ریزی کی ہے جو اسلام صرف غالب رہنے اور دنیا پر چھا جانے کے لئے آیا تھا اور جس اسلام کے سچے پیروکاروں نے مظلوم دنیا کے بڑے حصہ کو پنجہ استبداد سے نجات دی تھی۔

(باقی صفحہ 27 پر)

وزیراعظم کا قوم سے حالیہ خطاب

ناطقہ سر بگریباں ہے اسے کیا کہیے!

مولانا محمد حنیف جالندھری

"وزیراعظم اسلامی جمہوریہ پاکستان" عمران خان نے گزشتہ دنوں اپنی تقریر میں غزوۂ بدر اور غزوۂ احد کا تذکرہ کرتے ہوئے حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے بارے میں غیر محتاط اور خلاف واقعہ گفتگو کی ہے۔ غزوۂ بدر کے متعلق انہوں نے کہا کہ "جب جنگ بدر ہوئی تو صرف ۳۱۳ تھے لڑنے والے، باقی ڈرتے تھے لڑنے کے لئے" اور غزوۂ احد کا ذکر کرتے ہوئے انہوں نے کہا: "جب جنگ احد ہوئی، سرکار مدینہ نے تیر کمان والوں کو کہا کہ تم نے اپنی پوزیشن نہیں چھوڑنا، جب لوٹ مار شروع ہوئی تو وہ چھوڑ کر چلے گئے سرکار مدینہ کا حکم نہیں مانا۔"

ہم نے عمران خان کا بیان من وعن انہی کے الفاظ میں نقل کردیا ہے اور معمولی سا دین کا علم رکھنے والا شخص بھی ان الفاظ کو پڑھ کر یہ فیصلہ کرسکتا ہے کہ وزیراعظم کا یہ بیان اسلامی تعلیمات، تاریخی حقائق، مشرقی روایات اور اخلاقی آداب کے اعتبار سے درست نہیں، ان کا انداز، لب ولہجہ، طرز تکلم اور الفاظ کا چناؤ بھی بالکل غیر مناسب، غیر ذمہ دارانہ تھا۔

وزیراعظم کے اس متنازع بیان پر تبصرے سے قبل مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ان واقعات کی حقیقت قارئین کرام کے سامنے پیش کردی جائے۔ واضح رہے کہ غزوۂ بدر کا فیصلہ کسی باقاعدہ منصوبہ بندی کے ساتھ نہیں کیا گیا تھا بلکہ ابتداً حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصود محض قریش کے تجارتی قافلے کو روکنا تھا لیکن حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ جو اس تجارتی قافلے کے سربراہ تھے اور ابھی تک اسلام نہیں لائے تھے انہوں نے قریش مکہ کو یہ پیغام بھجوادیا کہ مسلمان ہمیں لوٹنا چاہتے ہیں لہٰذا تم ہماری مدد کو پہنچو۔ حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے یہ پیغام نہایت اشتعال انگیز انداز میں اہل مکہ تک پہنچایا، چنانچہ اہل مکہ یہ خبر سنتے ہی ایک بہت بڑے اور منظم لشکر کی صورت میں بدر کی طرف روانہ ہوگئے۔

جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس صورت حال سے آگاہی ہوئی تو آپؐ نے حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے مشاورت فرمائی اور تمام صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے حسب معمول وتوقع جاں نثاری کا یقین دلایا۔ اس موقع پر حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا "یارسول اللہ! ہم آپ پر ایمان لائے ہیں اور ہم نے آپ کی تصدیق کی ہے اور گواہی دی ہے کہ جو کتاب آپ لائے ہیں وہ حق ہے اور ہم نے آپ کی اطاعت اور فرمانبرداری کا عہد کیا ہے یارسول اللہ! جس طرف مرضی ہو تشریف لے چلئے، قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث کیا ہے، اگر آپ ہمیں سمندر میں کود پڑنے کا حکم دیں گے تو ہم ضرور اس میں کود پڑیں گے اور ہم میں سے کوئی ایک شخص بھی پیچھے نہیں رہے گا۔" اسی طرح حضرت مقداد رضی اللہ عنہ نے عرض کیا "ہم حضرت موسیٰ علیہ السلام کی امت کی طرح نہیں جنہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا تھا کہ تم اور تمہارا رب دونوں جاکر لڑو، ہم تو یہاں بیٹھے ہیں بلکہ ہم آپ کے دائیں بائیں، آگے پیچھے آپ کے ساتھ لڑیں گے۔" اس غزوہ میں صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے ذوق شجاعت وشوق شہادت کا یہ عالم تھا کہ ایک نوعمر صحابی حضرت عمیر بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ اس خیال سے چھپتے پھرتے تھے کہ کہیں کم عمری کے باعث واپس نہ کردیے جائیں۔

اس تفصیل سے یہ بات واضح ہوگئی کہ غزوۂ بدر میں باقاعدہ جنگ کا فیصلہ اچانک کرنا پڑا تھا اس لئے گنتی کے چند حضرات اس غزوہ میں شریک نہیں ہوسکے تھے ورنہ یہ بات تصور ہی نہیں کی جاسکتی کہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین میں سے کوئی ایک شخص بھی جان بوجھ کر اس غزوہ سے پیچھے رہ جائے۔ اس اولین معرکۂ حق وباطل

میں مسلمانوں کے جوش و جذبے کا یہ عالم تھا کہ بڑے اور تجربے کار حضرات تو رہے ایک طرف بچے اور نوجوان بھی اپنے بڑوں سے کسی طرح پیچھے نہیں تھے، بچوں نے محاذِ جنگ میں بڑوں ہی طرح کارنامے سرانجام دیئے، یہ بچے اپنے بڑوں کے شانہ بشانہ میدان جنگ میں اترے اور ایک ایسا لاثانی کارنامہ سرانجام دیا جو بڑوں کے لئے بھی آسان نہ تھا، کیونکہ قریش مکہ کا مشہور سردار ابوجہل تلواروں کے سائے اور تیروں اور نیزوں کی باڑھ میں تھا اور اس کے ساتھی ایک دوسرے کو تلقین کئے جارہے تھے کہ دیکھو ابوالحکم (ابوجہل) کو کوئی گزند نہ پہنچے۔ اتنے سخت پہرے میں ہونے کے باوجود دونوں بچے حضرت معاذؓ اور حضرت معوذؓ اس تک پہنچے اور اسے واصل جہنم کرنے میں کامیاب ہوگئے۔

الغرض نہ صرف غزوۂ بدر بلکہ تمام غزوات میں حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے جس پامردی، استقلال، جرأت و بسالت اور جاں نثاری کا مظاہرہ کیا ہے، دنیا کی کوئی جماعت اس کی مثال پیش نہیں کرسکتی، اس پاکباز و پاک طینت جماعت نے اپنی زندگیاں، اولادیں، رشتے ناطے، مال و دولت اور علاقہ و وطن سمیت سب کچھ سرکار مدینہ کے قدموں میں نچھاور کردیا، شجر اسلام کی آبیاری کے لئے اپنا خونِ جگر تک پیش کیا اور اللہ اس کے رسول کے لئے ہر طرح کی قربانی دینے کے لئے ہمیشہ آمادہ و تیار رہے یہاں تک کہ بارگاہِ ربوبیت سے انہیں ''رضی اللہ عنہم'' کے سرٹیفکیٹ عطا کئے گئے۔ ایسی جلیل القدر اور رفیع المنزلت جماعت کے متعلق یہ ہرزہ سرائی کرنا کہ ''وہ ڈرتے تھے'' بہت بڑی جسارت اور گستاخی ہے اور جہاں تک غزوۂ احد کے معاملے کا تعلق ہے تو اس سلسلے میں عرض ہے کہ تیرانداز دستے میں شامل افراد کا اپنی متعین جگہ کو چھوڑ کر مال غنیمت جمع کرنے میں لگ جانا ان کی ایک اجتہادی لغزش تھی، کیونکہ انہوں نے یہ سمجھا تھا کہ اس مقام پر ہمارا تقرر و تعین تب تک ہے جب تک جنگ جاری ہے اور اب چونکہ جنگ ختم ہوچکی ہے اور دشمن بھاگ چکا ہے لہٰذا یہاں رُکا رہنا ضروری نہیں اور پھر یہ بات ذہن نشین رہے کہ غنائم کی تقسیم کا باقاعدہ ایک نظام اور طریقہ کار موجود ہے جو دسویں پارے کی ابتدائی آیت میں مذکور ہے، ایسا نہیں ہے کہ میدان جنگ کے اندر دشمن کا جو مال جس کے ہاتھ میں لگے وہی اس کا مالک بن جائے۔ نیز مال غنیمت کی حلت اس امت کی خصوصیات میں سے ایک اہم خصوصیت ہے چنانچہ ایک حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی خصوصیات بیان کرتے ہوئے پانچ چیزیں ذکر فرمائیں ان میں سے ایک خصوصیت یہ ہے کہ ''احلت لی الغنائم'' یعنی میرے لئے غنیمتوں کو حلال قرار دیا گیا ہے نیز فرمان نبوی ''وجعل رزقی تحت ظل رمحی'' ''میری روزی میرے نیزے کے سائے کے نیچے بنادی گئی ہے۔'' اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی معاش کا سب سے بڑا ذریعہ مال غنیمت ہے لہٰذا غنیمت کا مال پاکیزہ ترین اموال میں سے ہے اور اس کو جمع کرنے میں شریک ہونے کے بھی مستقل فضائل ہیں۔ تو جو صحابہ کرامؓ اپنی جگہ چھوڑ کر غنیمتوں کو جمع کرنے میں شریک ہوگئے تھے وہ دراصل ایک اجتماعی عمل میں شریک

تین باتیں

''تین باتیں سلف صالحین ایک دوسرے کو لکھا کرتے تھے۔''

امام ابن قیم الجوزیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

سلف تین باتیں ایک دوسرے کو لکھا کرتے تھے، اگر بندہ اسے اپنے دل کی تختی پر نقش کرلے اور سانسوں کی تعداد کے برابر پڑھے تو بھی یہ اس کا تھوڑا سا حق ادا ہوگا اور وہ یہ ہیں:

۱:... جس نے اپنی خلوت کی اصلاح کرلی، اللہ تعالیٰ اس کی جلوت کی اصلاح فرما دے گا۔

۲:... جس نے اپنے اور اللہ تعالیٰ کے مابین اصلاح کرلی، اللہ تعالیٰ اس کے اور لوگوں کے درمیان اصلاح فرمادے گا۔

۳:... اور جس نے اپنی آخرت کے لئے عمل کیا، اللہ تعالیٰ اس کی دنیاوی گزران کے لئے کافی ہوجائے گا۔ (الرسالۃ التبوکیہ للحافظ ابن القیم: ۹۲)

انتخاب: حافظ محمد سعید لدھیانوی

ہوکر فضیلت حاصل کرنا چاہتے تھے اب ان حضرات کے اس عمل کولوٹ مار کرنے سے تعبیر کرنا اگر جسارت اور گستاخی نہیں ہے تو پھر اور کیا ہے؟

خلاصہ کلام یہ ہے کہ اس میں تو کوئی دورائے نہیں ہیں کہ ان دونوں معاملات میں وزیراعظم صاحب نے انتہائی غیر ذمہ دارانہ اور سنگین گفتگو کی ہے۔البتہ اس پر بات ہوسکتی ہے کہ خان صاحب نے یہ الفاظ دانستہ طور پر کہے ہیں یا نادانستہ طور پر ان سے یہ غلطی ہوگئی ہے موجودہ حکومت کے مجموعی طرز عمل اور مختلف وزراء کے مجموعی رویوں سمیت مختلف آثار و قرائن سے تو یہی لگتا ہے کہ خان صاحب کے اہالی موالی میں شامل دین دشمن عناصر نے دانستہ طور پر ان سے یہ غلطی کرائی ہے، کیونکہ وزیراعظم نے جو کچھ اپنی تقریر میں کہنا ہوتا ہے وہ کئی جگہوں پر باریک بینی کے ساتھ جائزہ لینے اور خدشات و مضمرات اور متوقع عوامی ردعمل سے وزیراعظم کو آگاہ کرنے کے بعد ہی فائنل کیا جاتا ہے اور ظاہر ہے کہ ان الفاظ کے مضمرات اور ان پر متوقع ردعمل سے وزیراعظم کے عملے کا آگاہ نہ ہونا قرین قیاس نہیں ہے اور اگر بالفرض نادانستگی میں اور غیر ارادی طور پر یہ الفاظ ادا کردیئے گئے تھے تو پھر اس غلطی کا اعتراف نہ کرنا اور اس جسارت پر اللہ رب العزت اور قوم سے معافی نہ مانگنا اس معاملے کو اور سنگین اور پیچیدہ بنانے کا باعث ہے،اس واقعے کا سب سے سنگین پہلو یہ ہے کہ اس غلطی کے بعد بعض لوگوں نے بے جا تاویلیں کرتے ہوئے اس واضح اور سنگین غلطی کو وجہ جواز فراہم کرنے کی قابل مذمت کوششیں شروع کردیں جولوگ دین دار طبقہ کواندھی تقلید کا طعنہ دیتے نہیں تھکتے ان کی اپنی یہ حالت ہے کہ ان کا سیاسی لیڈر اگر ہمالیہ جیسی بڑی غلطی بھی کرلے تو ان بے بصیرت و بے بصارت لوگوں کو وہ نظر نہیں آتی۔اس واقعے اور اس کے بعد کی صورت حال سے یہ بھی ثابت ہوا کہ ہمارے ہاں سیاسی وابستگی، ذاتی مفادات اور اپنی پسند و ناپسند کو دینی مطالبات و مقتضیات پر ترجیح دی جاتی ہے حالانکہ کم از کم دینی معاملات میں تو ہمیں اپنی وابستگیوں اور مفادات سے بالاتر ہو کر دینی غیرت اور ملی حمیت کا ثبوت دینا چاہئے۔اس غلطی نے ایک بار پھر یہ بات واضح کردی ہے کہ ہمارے نظام تعلیم میں اصلاحات کی بہت زیادہ ضرورت ہے یہ ہمارے نظام تعلیم کا واضح نقص، بیّن سقم اور کھلا عیب ہے کہ وزارت عظمیٰ کے منصب پر پہنچ جانے والا شخص ریاستی و سرکاری مذہب کے منافی بیانات دینے اور اقدامات کرنے کا مرتکب ہوجاتا ہے۔وزیر داخلہ سورۂ اخلاص تک نہیں پڑھ سکتا اور وزیر تعلیم قرآن کریم کے چالیس پارے بتاتا ہے اور طرفہ تماشا یہ ہے کہ ہر کسی کو دینی مدارس کی اصلاحات اور ان کے نظام ونصاب کی تبدیلی کی فکر تو ہے لیکن اس نظام تعلیم اور ان اداروں کی اصلاح کی فکر تو کجا احساس تک نہیں جو نظریۂ پاکستان اور آئین پاکستان سے انحراف کرنے والے افراد تیار کرکے اعلیٰ ملکی عہدوں تک پہنچا رہے ہیں۔اس واقعے کو ایک وقتی صورت حال کے تناظر میں نہیں دیکھنا چاہئے بلکہ اس کی بنیاد پر ہمیں اپنا محاسبہ اور اپنے طرز عمل پر نظر ثانی کرنے کی بھی ضرورت ہے، اللہ تعالیٰ ہمارے حال پر رحم فرمائیں۔آمین۔

(روزنامہ جنگ کراچی،19؍جون2019)

بقیہ:...... نزول عیسیٰ علیہ السلام اور مرزائی عقیدہ

۳۰...... مرزا غلام احمد قادیانی نے قرآن وحدیث کے من گھڑت معانی کرنے سلف صالحین کے خلاف بیان کرنے قرآن کی تفسیر بالرائے کرنے اور احادیث کے سلسلہ میں آنحضرت ﷺ کی طرف اپنے من گھڑت معانی منسوب کرنے کا منحوس دروازہ کھولا جس کے بعد دین اور روایات دین کا کوئی مفہوم بھی قابل اعتبار واعتماد قرار نہیں دیا جاسکتا۔جیسے کہ ’’ونفخ فی الصور وجمعناهم جمعا‘‘ کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں (اور صور یعنی بگل پھونک دیا جائے گا اور ہم سب لوگوں کو حشر میں جمع کر دیں گے)اس طرح حشر اور جمع کرنے کا قرآن میں متعدد جگہ ذکر ہے۔لیکن مرزا قادیانی نے اس کا ترجمہ حقیقت الوحی میں یہ کیا ہے کہ جب مسیح آئے گا تمام لوگ ایک ہی مذہب پر ہوجائیں گے۔تمام لوگ ایک مذہب پر کیا ہوئے۔پہلے مذہب کے اندر بھی مرزا کی برکت سے خطرناک پھوٹ پڑ گئی۔ اب مرزا وحدت ادیان کے بغیر ہی صور بنے رہے۔جس میں پھونک چڑھتی ہی رہی۔اسی طرح سورۂ ’’اذا زلزلت الارض زلزالها‘‘ اور سورۂ اذا الشمس کورت کی تحریف کی ہے۔’’واذا الصحف نشرت‘‘ میں اعمال ناموں کی جگہ اخبارات کا ترجمہ کیا ہے اور بیسیوں جگہ قرآن وحدیث سے تلعب کیا ہے۔العیاذ باللہ تعالیٰ جس کا مطلب یہی ہوسکتا ہے کہ دین سے ناواقف مغربی تعلیم کے افراد کو ملحد بنادیا جائے یا قرآن پاک سب کی رائے زنی کے لئے ایک کھلونا بنادیا جائے۔ (جاری ہے)

ایک عظیم علمی، ادبی، سوانحی اور تاریخی شاہکار دستاویز

چمنستانِ ختمِ نبوّت کے گلہائے رنگارنگ

ایسے ۹۴۴ نفوسِ قدسیہ کا تذکرہ وسوانح، حالات وحکایات
جنہوں نے عقیدہ ختم نبوت کے لئے خدمات سرانجام دیں۔

ترتیب
شاہینِ ختمِ نبوّت
مولانا اللہ وسایا حفظہ اللہ

تین جلدوں کا مکمل سیٹ

قیمت صرف 500 روپے

عالمی مجلسِ تحفظِ ختمِ نبوّت

حضوری باغ روڈ، ملتان پاکستان 061-4783486